

مسائل علم غیب ○ استمداد ○ تصرّاء لیا اللہ پر
ایک لاجواب کتاب

الاستیاز

بین

الحقیقت والمجاز

مؤلف

فاضل جلیل حضرت مولانا مولوی محمد بنی بخش حلوانی صاحب تفسیر نبویؐ

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور

کتاب الامتیاز بین الحقیقت والمجاز

مصنف مولانا محمد نبی بخش حلوانی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع مؤلف تفسیر نبوی،
علم غیب - استمداد - اور تصرف اولیاء اللہ

صفحات ۱۴۴

سائز $\frac{18 \times 22}{8}$

سال طباعت ایڈیشن اول ۱۹۹۹ء

سال طباعت ایڈیشن سوم ۱۹۹۳ء

طابع الکتاب پرنٹرز - لاہور

ناشر مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور

قیمت ۳۳ روپے

فہرست عنوانات

صفحہ	عنوان
۷	حدیث رفھگان
۱۷	حرف آغاز
۲۱	علم غیب
۲۲	اہل سنت والجماعت کا عقیدہ
۲۲	حوالہ جات
۲۳	علم غیب عطائی
۲۸	امام فخر الدین رازی کا فیصلہ
۲۸	صاحب خازن فرماتے ہیں
۲۹	صاحب مدارک کی تشریح
۲۹	بیضاوی کی وضاحت
۲۹	صاحب خازن مزید فرماتے ہیں
۳۱	عالم ماکان و مایکون
۳۲	مولانا علی قاری کا استدلال
۳۳	شیخ محدث دہلوی کی رائے
۳۳	ایک حدیث
۳۴	علوم جہنمی و کلتی
۳۶	ابی بن کعب کی روایت

صفحہ	عنوان
۳۷	ایام ولادت - فوت اور قیامت کا علم
۳۸	تفسیر روح البیان کی وضاحت
۳۹	علامہ خرمپوٹی کا عقیدہ
۴۰	روح کے علوم کا علم
۴۰	شارع قصیدہ بردہ کی وضاحت
۴۱	تمام مخلوقات کا علم
۴۳	علم غیب پر احادیث نبویؐ
۴۵	حضرت حسینؑ کی ولادت کی خبر
۴۶	کسریٰ ہلاک ہوگا!
۴۶	فتح خیر کا علم
۴۶	صحابہ کے ہر سوال کا جواب
۴۷	ایک صحابی کا حشر
۴۷	خلافت راشدہ کی مدت کا تعین
۴۸	امام حسنؑ کے کردار کی وضاحت
۴۸	علماء امت کے نظریات
۴۹	ملا علی قاری
۴۹	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۵۰	ابن تیمیہ
۵۰	منکرین علم غیب کے دلائل
۵۳	صاحب تقویۃ الایمان کا عقیدہ
۵۸	وما ادری وما یفعل بی کی دلیل

صفحہ	عنوان
۵۹	پانچ چیزوں کا علم
۶۳	علم نزول باباں
۶۳	علم ما فی الارحام
۶۸	موت کے وقت اور مقام کا علم
۷۱	علم شعر
۷۲	روح سے بے خبری
۷۲	علم الساعت
۷۵	منکرین علم غیب کے شبہات
۸۷	علم غیب کے قائلین اور منکرین کا محاکمہ
۸۹	افراط و تفریط
۹۶	مسئلہ استمداد
۹۶	استمداد پر دلائل
۹۷	قبل از ولادت حضورؐ سے استمداد
۱۰۰	انبیاء حضورؐ کی امداد کرتے ہیں
۱۰۴	یا عباد اللہ! عینونی
۱۰۴	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ
۱۰۶	تصرف و قدرت و ہمت
۱۰۹	حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ایک مکالمہ
۱۱۰	حضرت حیراؑ کی بیادہتے ہیں
۱۱۱	اللہ اور اس کا رسولؐ مدد فرماتے ہیں
۱۱۱	شاہ اسماعیل دہلوی بزرگان دین کے تصرف کے قابل تھے

۱۱۳	خواجہ باقی باللہ کا ایک دلچسپ واقعہ۔
۱۱۴	علماء اہلسنت کا عقیدہ تضرع۔
۱۱۶	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا نظریہ۔
۱۱۷	حضرت کی دعا سے قبریں روشن ہو گئیں۔
۱۱۸	حضرت موسیٰ پور دھبی عورت کو جنت دیتے ہیں۔
۱۱۹	جو کچھ مانگو دوں گا۔
۱۱۹	حضرت آدمؑ نے حضرت داؤد کو اپنی عمر عطا کی۔
۱۲۱	تصرفات انبیاء و منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔
۱۲۳	مولوی وحید الدین کی شہادت۔
۱۲۴	فیصلہ آپ کہیں!
۱۲۶	ایک حدیث قدسی۔
۱۲۷	کسی نبی یا ولی کو دور و نزدیک سے بخطاب حاضر کرانا۔
۱۳۰	نبی رحمت وسیلہ ہیں۔
۱۳۱	روضہ اطہر پر حاضری کے وقت۔
۱۳۲	حضرت امام اعظم کی التجا۔
۱۳۳	بعد از وفات دعاء۔
۱۳۴	منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔
۱۳۶	ہمارا عقیدہ۔

حدیث رفتگان

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم

دور ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود

باینہد اندر خراساں یا اولیں اندر قرن

مذکرہ نویس کاظم جب بھی اہل اللہ کے سوانحی نقوش کو ترتیب دینے پر آمادہ ہوا تو مصنف کی معلوم اس کی رفتار کا ساتھ نہ دے سکیں تاخیر پیدائش بچپن کے مشاغل و غمخواران شباب کی جدوجہد۔ جذبہ سلوک کی منازل جوانی کے کارنامے۔ احباب سے معاملات معاصرین کے تاثرات۔ غرضیکہ مہر سے لیکر لحد تک ہزاروں داستانیں۔ لاکھوں سرگزشتیں اور ان گنت کیفیتیں ہوتی ہیں جو مذکرہ نویس کی نارسائی ذہن کا مطلق اثراتی ہیں۔ اس ناکامی کو چھپانے کے لئے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کچھ محاسن و مناقب چند فضائل و برکات اور خرق عادات کی ایک طویل فہرست اپنے دیکش انداز میں پیش کر کے حق تالیف ادا کر دیا جاتا ہے۔ اہل اللہ کی زندگی کی دستوں کا اندازہ اسی حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں ہماری علمی معلومات نے ذرہ سے آفتاب کی ہندلیوں قطرہ سے سمندروں کی گہرائیوں کا کھوج لگایا ہے وہاں اہل دل کی زندگی کے ایک لمحے کے سرزد و زور کی جستجو کے لئے صدیاں گزار دیں مگر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ ہاں جس خوش قسمت نے بارہ زبان کا ایک گھونٹ پی لیا وہ سرسبز محبت اہل اللہ کا اس طرح راز دار بنا کہ اس کی اپنی خبر عفا ہو گئی۔

کام را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

دنیا کے شہنشاہوں جنگجوؤں، فاتحین اور فرمانرواؤں کی داستان حیات کہتے بکھتے اہل علم کے جس تکرار آفرین قلم نے اپنے کمال کا لوہا منوایا۔ وہ ان کلیم پوش گوشہ نشینوں کی داستان حیات کہنے لگا تو اپنے پیر کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا جہاں ہمارے علم کی سرحدیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے اہل اللہ کی سوانحی منزل کا آغاز ہوتا ہے اور جہاں ہماری تنگ دود کے پیر جلنے لگتے ہیں۔ وہاں سے اہل دل کا قدم اولین اہل اللہ سے در جستجوئے مانہ کشتی رحمت سرازیر۔ آنجا رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسد

ایسی ہی نارسائی معلومات کا معاملہ ہمیں بھی درپیش ہے۔ حضرت مولانا محمد بن بخش حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ زندگی کے حالات قلمبند کرنے بیٹھے تو یوں معلوم ہوا کہ ابھی ہم سے جدا ہوئے ہیں ابھی تک انکی دلنواز آواز کانوں میں گونج رہی ہے۔ ابھی تک انکا شہر اپنی انقلابی آویز شوق کا گہوارہ ہے۔ ابھی وہ گلیاں اسی حالت میں ہیں جہاں وہ آیا جایا کرتے تھے۔ ابھی لاہور کے کوچہ و بازار میں ان کے نقش پید ملتے ہیں ابھی ان کے اعزہ و اقارب ان کی باتیں سنانے کو زندہ ہیں۔ ابھی ان کے معاصرین ان کے علمی رموز و نکات کو نہیں بھولے مگر ہمارے لئے یہ سارے اسباب اتنے ناکافی ثابت ہوئے کہ ان کے کچر اوصاف سے ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکے۔

ماہیچاں در اول وصف تو ماندہ ایم

در اصل اہل اللہ کی زندگی میں میل و نہار کی گردش حوادث زمانہ کے دنیاوی نشیب و فراز اور ہنگامی تحریکیں پر گاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتیں یہ چیزیں ایک دنیا دار کی زندگی کی متابع عربزہ ہیں اور دنیا والے اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ مگر اہل فکر و دانش میل و نہار سے بے نیاز ہو کر انسانیت کے ہر دور میں مہر و وفا کا سبق دیتے ہیں اور یہی ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔

ما قصہ سکندر و دارا سخواندہ ایم از ماجز حکایت مہر و وفا پرس

بادشاہوں کے مخصوص خاندان ہوتے ہیں نسلاً بعد نسل سلطان ابن سلطان پیدا ہوتے چلے آتے ہیں۔ ایک کی موت دوسرے کی تاج پوشی کا پیغام لاتی ہے تلخ و سخت کی یہ وراثت حالات کے سنوارنے میں بڑی اہم ہوتی ہے اور اس طرح ان کی زندگی کے حالات پشت در پشت قلمبند ہوتے رہتے ہیں اگر کوئی نئی شخصیت اپنے زور بازو سے مگن نامی کے کسی گوشہ سے ابھر کر دنیا کے شہنشاہیت میں قدم رکھتی ہے تو اہل علم کے قلم اس کے حالات و مناقب لکھنے کے لئے جھجک جلتے ہیں مگر درویشوں کے فلاں ابن فلاں کا سلسلہ ہی نہیں یہاں خاندانوں، رنگوں، نسلوں اور ٹکڑوں کو شمار ہی نہیں لایا جاتا۔ یہاں تو نگاہ یار کی بے نیازیوں میں انہوں نے سادہ بانوں کو عرب و عجم کی گمرانی بخش دی جاتی ہے۔ یورپائین عرش نشین بن جاتے ہیں تہذیب و تمدن کو دنیا کی سلطنتوں کی تقسیم پر مامور کر دیا جاتا ہے اور کالے جشیوں کو میت الحرام کی چھت پر کھڑے ہو کر آذان دینے کا شرف بخشا جاتا ہے رنگ و نسل پر ناز کرنے والے محروم رہ جاتے ہیں اور گنہگار والدین کے نیاز مند بچے صفت اول میں جگہ پاتے ہیں۔

بندہ مشتاق شہزادہ ترک نسب کی جہمی کہ دیں راہ فلاں ابن فلاں چہ نیست
مخدومنا حضرت مولانا حلوانی رحمۃ اللہ علیہ قدرت کی فیاضی کا مظہر تھے۔ وہ لاہور کے ایک متوسطہ ایمیں گھرانے میں ۱۲۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ والدین کا سارا قبیلہ لاہور کے لئے سبزیں اگاتا۔ لانا اور فروخت کر دیتا آپ کے بٹے بھائی قادر بخش ہوشیار و زمین نظر آتے تھے۔ والدین محمد وارث نے انہیں سکول کی تعلیم میں لگا دیا۔ حضرت مولانا بکثرت زبان اور سادگی کیوجہ سے ایک حلوانی کے پاس "فن معیشت" کے لئے شاگرد بٹھا دیئے گئے۔ ہوشیار بھائی اپنی ہوشیاری کی بدولت تیسری جماعت سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر سکول کا منہ نہ دیکھا۔ سادہ لوح نبی بخش دکان کے کام سے فارغ ہو کر مسجد کے درویشوں سے اتنا مانوس ہوئے کہ چند برسوں میں قرآن سیکھ کر ذوق تعلیم سے سرشار ہو گئے اور ایسی وابستگی حاصل کی کہ یہاں ہی عمر گزار دی۔ ابتدائی کتابیں مختلف علمائے کرام سے پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں سے مولانا مولانا حسین خطیب شاہی مسجد مولانا محمد ذاکر گوہی غلام محمد گوہی پیر سید عبدالغفار شاہ مولانا غلام قادر بھیروی حضرت مولانا غلام دستگیر قسوری اور جامعہ فنیہ اچھرہ کے اساتذہ قابل ذکر ہیں۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ حضرت مولانا غلام دستگیر قسوری قدس سرہ العزیز کی شہرت سے متاثر ہوئے تو روحانیت کی تربیت کا آغاز ہوا۔ آپ نے قسوری میں صاحبزادہ عبداللہ بن غلام محی الدین قسوری سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت مولانا غلام دستگیر کے روحانی فیض نے آپ کو صوفی مصنف مفسر قرآن مناظر اسلام اور اہل سنت والجماعت کا مایہ ناز پنجابی شاعر بنا کر دکھایا۔ ان اللہ والوں کی نگاہوں میں کیا تاثیر ہوتی ہے کہ سادہ دلوں کو دانائے رموز فطرت بنا دیتے ہیں۔ مٹی کے ذروں کو اٹھا کر تاج شاہی کے چمکتے ہوئے موتی بنا دیتے ہیں۔

ز سر رستارہ سازندہ رستارہ افتابے

آپ کے ہم مسلک معاصرین میں سے حضرت مولانا دیدار علی شاہ مولانا تاج الدین صاحب مفتی عبدالقادر حافظ فتح محمد اچھرہ میاں شیر محمد تھر قسوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا نام سرفہرست ہے۔ معاندین میں سے حافظ محمد کھوی۔ مولوی دلپذیر مولوی عبدالستار صاحب سادہ سادہ مولانا تھیں۔ وغیرہم عقائد مکہا حث میں بڑے زور دار غیر عقیدہ لوگ تھے۔ ان کی تصانیف جہاں عوام کو رہنمائی کا پیغام دیتیں۔ ہمارے مولانا کی تصانیف ان کا مسکت جواب پیش کرتی ہیں۔ تفسیر نبوی پنجابی دراصل حافظ محمد کھوی کی تفسیر محمدی کے غیر مقلدانہ عقاید کی تشریح کا جواب ہے اور اس فتنہ کو عوام میں پھیلنے

سے روکنے کے لئے آپ نے یہ تفریق پہنچانی میں منظوم لکھی۔ ان معاندین کو ضد تھی کہ سادہ لوح دیہاتی عبد الوہاب نجدی کے نظریہ توحید کے قابل ہو جائیں مگر حضرت مولانا کو دعویٰ تھا کہ عوام کا رشتہ دل ذامین رسالت سے کبھی نہ ٹوٹے گا۔

ملک الموت کو یہ چیل ہے کہ جہاں لکھے ٹلوں اور مسیحا کو یہ ضد ہے کہ میری بات ہے

گذشتہ صدی ہجری کی پاک و ہند کی اعتقادات اور فکری تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو اس دور کو اعتقادی پُرفتن دور مانا جائے گا۔ اس زمانہ میں وہابیت، دیوبندیت، دہریت، چکوالیت اور مرزائیت کی تحریکیں شریعت الہیہ کی طرح نکلیں جس سے مسلمانوں کی اعتقادی عمارت کی بنیادوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ مولانا اسماعیل دہلوی، حفیظ الرحمن خلیل احمد انبیسوی، رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم شیخ نجد کا پیغام اس برہمچاری میں بڑے سرگرم تھے۔ مگر صاحب بطحا کے نام لیوا بھی غافل نہیں بیٹھے۔ اور انہوں نے عوام کے اعتقاد کی حفاظت کیلئے سر دھڑ کی بازی لگادی۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ مولانا دیدار علی شاہ مولانا غلام شکر قصوری مولانا غلام قادر بھیروی اور پنجاب میں مولانا نبی بخش صاحب حلوانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جدت کو کون بھول سکتا ہے حضرت مولانا نبی بخش حلوانی پنجاب کے دیہات میں قریہ قریہ پھرے جموں کی پہاڑیوں سے لیکر بہاولپور کے رگستانی تک دیہاتی عوام کو دامن مضطربے والگی کا بڑا اہم سبق دیا۔ آپ کی تفسیر نبوی۔ شفا القلوب۔ احسن القصص۔ انوار الحامیہ لمن ذمہ المعاویر خیر العبدی اور اعتقادات پر دیگر کتابیں آپ کے قلمی کاموں کے زندہ نمونے ہیں۔

آپ کا لباس سادہ طرز زندگی خالی از تکلف گفتگو میں اعتقاد کی تربیت اہم جزو تھی علم دین حاصل کر لیا لوں گے لئے سہم تن شفیقت اہل سنت کے لئے مجسمہ رحمت۔ بد اعتقاد لوگوں کے مقابلہ میں بہترے تلوار ہر لغزش کو معاف کر دیتے مگر اعتقادی لغزش کو عمر بھر نہ بخشے۔ شعر گوئی میں کمال حاصل تھا اور قلم بلا جھجک شعروں کی لہریاں پڑتے جاتا تھا۔ عمر کے آخری بیس سال جامع مسجد سی کو تواری کے حجرہ میں تصنیف و تالیف میں صرف ہوئے۔

آپ کی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھنا تھا۔ رات کے اکثر لمحات اور تہجد کے بعد صبح کی نماز کے بعد اشراق کے نوافل کے بعد غرضیکہ دن کا شاید

ہی کوئی حصہ ایسا بوجہ درود پاک نہ پڑھا جا رہا ہو۔ علی الصبح سائے طلبا کو بیس ہزار سے زیادہ درود پاک پڑھنے کی تاکید تھی۔ درود پاک آپ کی نہ صرف روحانی غذا تھی بلکہ دنیا کے تمام مسائل اسی کی بدولت حل کرتے۔ کوئی مسئلہ آپ کے سامنے آتا کثرت درود سے حل ہوتا۔ یہاں تک کہ درویشوں نے جب بھی روٹی کی کمی کی شکایت کی فوراً کہہ دیا تم درود پاک پر خیانت کر رہے ہو۔ پھر خود اپنی نگرانی میں درود پڑھاتے۔ دوسرے روز ضرورت سے زیادہ کھانا عمدہ اور وافر آتا۔

گر تو کل گم بود فیروزیت حق دہر مانند مرغان روزیت

طلبا پر بے پناہ شفقت اور نصیحت رسول خدا سے دلی رغبت تھی جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں اور ختم خواجگان کی عمر بھر پابندی کی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابوالعالی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کی ہفت روزہ زیارت کبھی نہیں چھوٹی۔ اپنے پیرو مرشد مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پیرو مرشد جناب حضرت مولانا پیر جماعت علی شاہ لٹانی علی پوری رحمۃ اللہ سے فیضیاب ہوئے اور ان کے ارشاد کے مطابق ریاست جموں کے تنگ گنڈار علاقوں میں تبلیغ و ارشاد کے لئے جاتے۔ اور وہاں کے سادہ عوام کو اعتقادی دولت سے مالا مال فرماتے۔ ان کے دلوں میں عقیدت و محبت کا جو جذبہ تھا اسی سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ آپ کو جموں ریلوے سٹیشن سے پانچویں بجنا کہ گندھووں پر ہمالیہ کے پہاڑوں کی بلندیوں تک لئے پھرتے اور دل و جان فرشتہ راہ کرتے۔

ذیل نظر کتاب "الاتیان بن الحقیقت والہجاز" آپ کی آخری تصنیف ہے جسے آپ نے تمام اختلافی مسائل کے محاسبہ و محاکمہ کی صورت میں بڑے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے مسودے کے ہزاروں صفحات مولف غلام نے تیار کئے۔ ان میں تمام اختلافی مسائل کو تفصیل کے ساتھ پیر قلم کیا ہے۔ اسی کتاب سے تین مسائل علم غیب، استدلال اور تصرف اولیاء کو منشی برکت علی شہید مرحوم کی نظر ثانی نے زیور طبع سے آراستہ کرانے کے قابل بنایا ہے جناب شہید حضرت مولانا کے محبوب ترین شاگردوں میں سے ہی نہیں بلکہ بانثار خلفائے میں سے تھے۔ آپ گجرات میں مدرس تھے مگر حضرت سے انس و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اکثر تعطیلات آپ کے زیر نظر گزرتیں علمی مسائل پر اکثر مؤثر و نکات حاصل کرنے کا شہید صاحب کو آپ کو مجلس میں حاضر مقام ملا۔ حضرت کی فیض نظر کا یہ اثر تھا کہ آپ کے

بعد یہ سلسلہ فیض جاری ہوا تو اس میں ان کی کوششیں بڑی مفید ثابت ہوئیں۔

شہید خاک و مسکن زبیر سے تربیت ما تو اس شناخت کریں خاک مرے خیزد

اس ضمن میں حضرت کے شاگرد خاص حضرت مولانا بارغ علی نسیم خطیب جامع سہی کوتوالی کا تذکرہ نہ کرنا بڑی کوتاہی ہوگی۔ ان کی ہمت اور جذبہ سے حضرت کا فیض جاری ہے اور جس مکتب فکر آپ نے اپنی زندگی میں بنیاد ڈالی تھی۔ اس کی نشوونما نسیم صاحب نے حالات کی ناہمواری کے باوجود اپنے ذمہ لی اور حق تو یہ ہے کہ حق شاگردی ادا کر دیا۔ اب تک بچے اسی طرح غلم قرآن و علم دین کی دولت سے جھولیوں بھرتے جا رہے ہیں۔ آپ کے کتب خانہ تصنیفات، مسجد مدرسہ اب مکتبہ نبویہ اور ان تمام روایات کو زمرہ رکھنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں انہوں نے جس کاوش سے کام لیا ہے وہ آپ کے خلوص اور حضرت کی تربیت فیض کا خاص اثر ہے۔

۱۳۹۳ھ ۱۴ ذیقعد کی رات کو آپ کا وصال ہوا۔ آخری آرامگاہ مسجد کے پہلو میں ہے جہاں ہر سال عرس ہوتا ہے جہاں آپ کے شاگرد اپنی شرکت سے حضرت مولانا کی اعتقادی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کی مقبولیت کا فیصلہ ناظرین کی پسند پر ہے۔ اعتقادات میں تشکک کی جن منزلوں سے ہم گزر رہے ہیں اس کتاب کا مطالعہ مشعل راہ بن سکتا ہے۔

۱۔ اہل نظر اسے کسی صاحب نظر کے نوادرات سے کم نہیں پائیں گے۔

۲۔ اہل علم اسے ایک علمی کارنامہ خیال کریں گے۔

۳۔ اہل طلب کے لئے خضر راہ بنے گی۔

۴۔ اہل سنت اسے اپنے مایہ ناز مصنف کا کارنامہ تصور کریں گے۔

الامتیاز بین الحقیقت والہماز

زیر نظر کتاب فاضل مصنف کی ایک بہ مثال یادگار تالیف ہے جو آپ کی زندگی میں طبع نہ ہو سکی۔ اس کتاب کی تالیف پر آپ نے اپنی زندگی کے آخرین سات سال وقف کئے تھے۔ آپ

در اصل ان تمام اختلافی مسائل پر محاکمہ اور محاسبہ کرنے میں کوشاں رہے جو مختلف فرقوں میں دہر اختلاف رہے چنانچہ آپ نے ایسے تقریباً ایک سو سے زیادہ مسائل پر بڑی محققانہ بحث کی۔ فریقین کے نقطہ نظر کو پیش کیا۔ مختلف دلائل اور شواہد ضبط تحریر میں لائے گئے جن کے سہارے فریقین اپنے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنی محققانہ رائے کو محاکمہ کے بعد بیان لاتے گئے۔ یہ انداز بنیاد قاریین کو مسک کی اصل نوعیت سمجھنے میں بڑا مفید ثابت ہوا۔

ایسے مسائل پر تقریباً تین ہزار صفحات پر ایک مبسوط مسودہ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ان ہزاروں صفحات میں سے صرف تین مسائل (مسک غیب، استمداد اور تصرف اولیاء اللہ) کو زیر نظر کتاب میں اشاعت حاصل ہوئی ہے۔ قاریین کے سامنے ان تینوں مسائل پر مشتمل کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔

حضرت کی گراں قدر اور نادر کاوش کا وہ مجموعہ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کتابی شکل میں ترتیب دیے جانے اور پھر اسے زیور طبع سے آراستگی ملنے کیلئے ابھی ایک وقت درکار ہے آپ کے ایک مرید یا صفا جناب برکت علی صاحب شہید مرحوم اس مبسوط مسودہ میں سے ان تین مسائل کو اخذ کر کے ایک کتابی شکل میں ترتیب دیا تھا۔ خدا کرے۔ دوسرے مسائل بھی یکجا نہیں تو مختلف حصوں میں مرتب ہوتے جائیں اور شائع ہو کر ناظرین تک پہنچتے جائیں۔

حضرت مولانا محمد نبی بخش علوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ اثر میں بیٹھنے والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ عقیدے کی درستگی، عقیدے کی پختگی اور پھر اس درستگی اور پختگی پر ثابت قدمی کو ہر سستی میں دیکھنے کے خواہاں تھے اور آپ کی ساری زندگی اس عظیم کام میں وقف رہی۔ آپ کی تمام تصانیف بھی اسی عزم کی ترجمان ہیں اور اسی مقصد کے لئے آپ نے الامتیاز پر محنت شاقہ کی۔ اس کتاب کی ترتیب و طباعت کے بعد ہم بجا طور پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنے کا رجحان پیدا ہو جاوے گا اور مختلف طبقے اپنے رویے اور فکر میں تبدیلی قبول کر لیں گے۔

فاضل مولف کے نظریات اور رشتہات کو قارئین تک پہنچانے کے لئے مکتبہ نبویہ لاہور نے جس پامردی اور جانفشانی سے پچھلے چند برسوں میں کام کیا ہے وہ پاکستان کے اہل علم ہی نہیں عالم اسلام کی اہل علم ہستیوں سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ مکتبہ اپنی دیگر مطبوعات کے علاوہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فاضلانہ تالیفات کے نئے ایڈیشن طبع کر چکا ہے اظہار انکار المنکرین من صلوة المحبتین جامع التواہد کے تازہ ایڈیشن آچکے ہیں قصص المحسنین شفاء القلوب زیر طبع ہیں۔ پھر زیر نظر کتاب کے مختلف حصے ترتیب کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ فاضل غلام کی تفسیر نبوی ایک انتابڑا شاہکار ہے جس کی پنجابی زبان میں مثال نہیں ملتی۔ وہ بھی تدریجاً اشاعت پذیری کے پروگرام میں سے گزر رہی ہے۔ حضرت کا نعتیہ کلام۔ میلاد النبی پر مختلف مضامین کا مجموعہ۔ فقہ پر انوار نبوی جیسی نادر یادگاریں ابھی تک ان غیر مطبوعہ مسودات کا حصہ ہیں جنہیں زبور طبع سے آراستہ ہونا ہے۔

حرف آغاز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله سيد المرسلين
سيدنا ومولانا محمد وعلى آله الطاهرين الطيبين واصحابهم المهديين
وأئمة المجتهدين وعلمائنا ربانيين وجميع المؤمنين في كل حال آمين
يا رب العالمين

امّا بعد!

اہل اسلام خصوصاً اہل سنت والجماعت پر بھی نہ رہے کہ وہابی اور سنی کے مابین مسائل
کو آیات قرآنیہ سے اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق ثابت کرتے ہیں اور اپنے اللہ لال کی بنیاد
بھی کلام الہی پر رکھتے ہیں جس سے ایک دوسرے کی تکذیب و تردید لازم آتی ہے اور یہ امر بعض
اوقات انکارِ خصوص تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً ایک فرقہ غیر خدا کے لئے علم غیب کا نام لے لیا ہے
کہتا ہے تو دوسرا اس کی نفی کرتا ہے حالانکہ دونوں اس کو قرآن مجید سے ثابت کر لیں اور یہ
بات ناممکن ہے یعنی ایک بات کا صحیح اور دوسری کا غلط ہونا ناگزیر ہے۔ کیونکہ اللہ باری و
کان من عند غیرہ لہ وحید وافیہ اختلافاً کثیراً کلام الہی میں اختلاف و تضاد نہیں
علیٰ ہذا القیاس دیگر متنازعہ فیہ مسائل بھی سمجھ جائیں اور یہ فرق جو بظاہر نظر آتا ہے ایسے ہی

مجاز کا ہے اور اسی فرق کو دور کرنا اور حقیقت و مجاز میں مطابقت ظاہر کرنا زیر نظر کتاب کی تالیف کا بڑا مقصد ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے اقوال و افعال فصل باری تعالیٰ میں فنا ہوتے ہیں یعنی فاعل حقیقی وہی فاعل پاک ہے اور فعل کی نسبت دوسرے کے ساتھ محض مجازی ہے، اس کی مثال خدا تعالیٰ کا یہ قول اِنْ اَغْنٰی لَہُمْ اللّٰہُ تَعَالٰی دَرَسُوْہِ مِنْ فَضْلِہٖ یعنی غنی کر دیا ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے، اس میں اغنی کا فاعل اور منیر واحد کا مرجح حق تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے جس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و فعل حق تبارک و تعالیٰ کے فعل میں فنا ہے، اسی طرح وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْمِعْ اَنْفَکَ خُرَاتٌ مِّنْ خُرَاتِہٖ میں خدا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے فعل قرأت کو اپنی طرف منسوب فرمایا، اور وَمَا کُنْتَ اِذْ رَمِیْتَ وَلَکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اور اِنَّ الَّذِیْنَ یَبْغُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَادِلُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ ذُوْیْ اَیْدِیْہِمْ میں خدا نے تبارک و تبارک و تعالیٰ نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال کو اپنے افعال کہا اور یہ اس کمال قربت و یگانگت کے باعث ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذات باری تعالیٰ سے تھی، نیز فرمایا الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ اور سورہ نجم میں فرمایا وَ عَلَّمْہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی، سورہ الرحمن میں عَلَّمْہٗ کَا فاعل خود حق تبارک و تعالیٰ ہے، لیکن سورہ النجم میں عَلَّمْہٗ کَا فاعل حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا، پس اگر ایسے مواقع میں حقیقت و مجاز کے فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے، تو کلام الہی میں تناقض و تباہی لازم آتا ہے اور یہ غیر ممکن ہے، فی الحقیقت علم میں علم کا فاعل بھی خدا تعالیٰ ہی ہے، یا سورہ مريم میں دیکھو اَیْمَ لَاہِبَ لَکَ غُلَامًا ذَکَرْنَا مِنْ قَبْلِہٖ فَاَنْتَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ حضرت مریم کو فرماتے ہیں کہ تمہیں ایک بیٹا بخشے آیا ہوں، استقصا کرنے سے قرآن مجید میں ایسی اور بھی کئی مثالیں ملتی سکتی ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں :

امام الطائفہ و مابہ اسماعیل جہوی نے اپنی کتاب صراط المستقیم میں لکھا ہے ”انجیل شدت تعلق است بہ مرشد خود استقلال نہ بان ملاحظہ کہ اس شخص ناودان فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست، بلکہ بحیثیت کہ متعلق عشق ہماں ہے“ اگر دُر، چنانچہ کیے انداکا برائیں طریق فرمودہ کہ حق جل و علا در غیر کسوت مرشد

من تجلی فرماید، مرا بسوئے او التفات در کار نیست۔ اس کا ترجمہ جو غیر مقلدوں نے ہی کیا ہے کہ منجملہ آثار عشقیہ کہ اپنے مرشد کے ساتھ استقلال تعلق شدید ہو جاتا ہے یعنی اس لحاظ سے (نہیں) کہ یہ شخص حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے فیض کا ذریعہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ خود مرشد سے ہی عشق کا تعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریق کے بزرگوں میں سے ایک شخص کا مقولہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے مرشد کی موت کے سوا کسی اور لیا س میں تجلی فرمائے تو البتہ میں اس کی طرف التفات نہ کروں گا۔ مطلب یہ ہوا کہ مرشد ہی فیض دہندہ بالاستقلال ہے، صرف وسیلہ اور ذریعہ نہیں۔ پھر ذرا آگے چل کر بزرگان دین اور باری تعالیٰ کے اتحاد کے ثبوت میں آگے اور لوہے کی مثال بیان کر کے اسے صحیح حدیث سے یوں مدلل کیا ہے کہ — نفس کامل کو رحمانی جذب کی موجیں احدیت کے دریاؤں میں کھینچ لے جاتی ہے تو انا الحق و کین فی حُبَّتِی سَوٰی اللّٰہِ یعنی میں خدا تمام جہان کا پروردگار اور میرے ہر دو پہلو میں بحر اللہ کے اور کچھ نہیں کی آواز اس سے صادر ہوتی ہے اور یہ حدیث قدسی ہے یعنی سَمِعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَ یَدَہُ الَّذِیْ یَبْطِشُ بِہَا وَ رِجْلَہُ الَّذِیْ یَمْشِیْ بِہَا ایک اور روایت میں اس حال کی حکایت ہے۔ خبردار! اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا، اور انکار سے پیش نہ آنا کیونکہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ تو اشراف الوجود سے جو حضرت ذات سبحانہ و تعالیٰ کا نمونہ ہیں، انا الحق کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام اور اسی مقام کے لازم میں سے ہے، عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، دعاؤں کا قبول ہونا، آفتوں اور بلاؤں کا دور کرنا اور اسی معنی کی تصریح اس حدیث شریف قدسی میں موجود ہے، لَآ اَنْ سَاَلْکَیْ رَءُ عَطِیَّتَہٗ وَ لَآ اِنْ اِسْتَعَاذْکَیْ لَاحِیَّتَہٗ یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اُسے دوں گا، اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اُسے پناہ دوں گا، اور منجملہ لوازم اس کے یہ ہے کہ صاحب حال کے دشمنوں اور بداندیشوں پر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے چنانچہ حدیث شریف قدسی مَسْ کَادَ لَیْ وَلَیَّا فَخَدَّ اَدْنٰہُ بِالْحَرْبِ اِسی مضمون کی وضاحت کرتی ہے سبحان اللہ! عشق کو کیا

عمدہ تاثیر اور تجلی علمی کا کیا خوب جذب ہے کہ یہ ایک مشت خاک اس مقدس اور پاک مقام میں کس قدر بلند ہو جاتی ہے اور بے قدر مٹی نے رب الارباب کے قریب مجلس میں کیا عمدہ جاسے نشست اور خوبی کا مقام پایا (ترجمہ صراط مستقیم صفحہ ۱۳-۱۴) مطیع احمدی لاہوری طابع و مترجم میں بھی مولف کتاب ہذا کا ہم خیال ہے) لہذا اسی ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا، کہ دوستانِ خدا کے لئے نہ تو خدا ہیں، نہ خدا سے جدا ہیں اور ان کے افعال حق تبارک و تعالیٰ کے فعل میں فٹ ہیں۔

فقیر کا تب الحروف نے اسنی امور کو جن کا نمونہ مشق از خردوارے سطور بالا میں پیش کیا گیا ہے، مد نظر رکھتے ہوئے ہر دو فریق کی اصلاح کے لئے ان کے استدلال اور مواخذ میں تطابق اور توافقی ثابت کرنے کی امکانی کوشش کی ہے تاکہ وہ اہل مومنوں ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کی وعید سے بچیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

اب ناظرین کرام کا فرض ہے کہ حقیقت و مجاز کا فرق پیش نظر رکھتے ہوئے ہر دو فریق کے مواخذ ملاحظہ فرمائیں، اور راہ ہدایت کو اختیار کرتے ہوئے قعر ضلالت سے بچنے کی سعی بلیغ کریں۔

وَاللَّهُ يَهْدِي إِلَى سَبِيلِ الرَّشَادِ +

محمد نبی بخش سہلوائی عفی عنہ

علم الغیب

غیب کیا چیز ہے؟ جُومِرُونَ بِالْغَيْبِ کے ضمن میں تفسیر رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے

والغیب مصدر و صفت به للمبالغة كالشهادة في قوله تعالى عالم الغيب والشهادة والعرب تسمى المطمئن من الامراض والخمسة التي تلى الكلمة او فيعمل خفت كفيل والمراد به الخفي الذي لا يدركه الحسن ولا يقينها بدهة الحقل وهو قسمان قسما دليل عليه وهو المعنى بقوله تعالى وعنده مفاتيح الغيب لا يعلم الا هو وقسم نصب عليه دليل كالصانع وصفاته واليوم الآخر واحواله وهو المراد به۔

اور غیب مصدر ہے بطور مبالغہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جیسے لفظ شہادت و حجاب تعالیٰ کے قول عالم الغیب والشهادة میں، باوجود مصدر ہونے کے صفت واقع ہوا ہے۔ عرب والے اپنی زبان میں پست زمین اور محاذ گروہ کو غیب کہتے ہیں، یا غیب قیل کی طرح مخفی ہے، غیب بر فیعل کا، اور مراد غیب سے وہ محقق امر ہے، جو جو اس سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ اس کو بدانتہ عقل چاہے، یعنی عقل بلا دلیل معلوم نہ کر سکے، اور یہ غیب دو قسم ہے ایک قسم یہ ہے کہ اس پر دلیل عقلی یا نقلی قائم نہ ہو، اور یہی غیب عند مفاتیح الغیب لا يعلمها الا هو میں مراد ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ اس پر دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو، جیسے

اللہ تعالیٰ اس کی صفات، روز قیامت اور دیگر احوال آخرت، آیت یَوْمَنُورٌ بِالْغَيْبِ میں یہی غیب مراد ہے یعنی متقی وہ ہیں جن کو اس قسم کا غیب یعنی خدائے تعالیٰ اس کی صفات کا علم اور عالم آخرت کا علم دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے حاصل ہے۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ اہل سنت والجماعت بالاتفاق مانتے ہیں کہ غیب دو نوع پر ہے، ذاتی اور عطائی، علم غیب ذاتی

ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اس کی مہربانی سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو بعض علوم از قسم غیب حاصل ہوتے ہیں، اس کو علم غیب عطائی کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب اسی قسم کا تھا اور تمام مخلوق کے مجموعی علم سے زیادہ تھا لیکن ذات باری تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا تھا جیسا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، اور جملہ مخلوقات کا مجموعی علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ سمندر کے سامنے قطرہ، کیونکہ ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کا اقتضا ہی یہی ہے۔

حوالہ جات علامہ خجائی حواشی بیضاوی سے نقل فرماتے ہیں، ان معلومات اللہ تعالیٰ لانہاتہ لہا وغیب السموات والارض وما یبدونہ وما یکتمونہ

قطرۃ منها بمقابلہ علم الہی تمام غیوب ارضی و سماوی قلیل کہا جائے گا بیشک بجائے لیکن انہیں بجائے خود قلیل کہنا اور کثیر نہ ماننا غلطی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم الہی سے ایک قطرہ عطا ہوا، یعنی آپ کا علم بمقابلہ علم الہی قلیل ہے مگر بجائے خود ایسا وسیع ہے کہ کوئی شے اس کے احاطہ سے خارج نہیں، اور تفسیر کبیر میں ہے، ”و سبی جمیع الدنیا قلیلاً جبکہ قل قل متاع الدنیا قلیل، اس سے ظاہر ہوا کہ نعیم آخرت کے سامنے تمام دنیا کی متاع بھی قلیل ہے اس طرح حق سبحانہ کے علم کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے لیکن جس طرح ہم اپنے نزدیک تمام دنیا کو قلیل نہیں پاتے اسی طرح تمام مخلوقات کا علم بھی ہمارے نزدیک قلیل نہیں، اگر ہم اسے فی نفسہ قلیل جانیں، تو یہ ہماری بے بصیری ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک بادشاہ نے خوش ہو کر اپنے وزیر کو ایک ہزار گاؤں عطا کئے، اس کا یہ عطیہ اپنی سلطنت کے مقابلہ میں کچھ نہیں لیکن اس کی اہمیت ایک تہی دست مفلس سے

پوچھے وہ اسے متاع سلطنت سمجھے گا اور تعجب سے کہے گا کہ بادشاہ نے وزیر کو ہزار گاؤں ہرگز عطا نہیں کئے ہوں گے، اگر ایسا ہوا ہے تو بادشاہ سے وزیر تب میں کسی طرح کم نہیں رہا بلکہ منعم اور منعم علیہ کا امتیاز بھی اس کے دل سے اٹھے گا۔ مختصراً منطقی رنگ میں اس مسئلہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ خدا کا علم عام ہے اور اس کے مقابلہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم خاص ہے یعنی تمام مخلوقات کا مجموعی علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو محیط نہیں کر سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حق سبحانہ کے تمام علم کو محیط نہیں ہو سکتا مگر اس کے برعکس خدا کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو محیط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مخلوقات کے علم سب کو محیط ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے خاص علم غیب پر جس قدر چاہیے مطلع بھی کر سکتا ہے کہ نہیں، اگر انکار کریں تو ان اللہ علی کل شئی قَدِیر کے کسبیا معنی ہوں گے، اگر آیات نفی و آیات اثبات میں جو علم غیب کو ماسوا کے لئے نفی یا اثبات کرتی ہیں، تفرق نہ کیا جائے، تو قرآن مجید کی آیات میں تضاد و اختلاف ماننا پڑے گا جو کسی طرح جائز اور ممکن نہیں، پس ایسی صورت میں ہر دو قسم کی آیات میں مطابقت لازمی امر ہے ورنہ ایمان کی خیر نہیں، اور یومنون سبھی کتاب و یکفرون بعض کا مصداق ہونا پڑتا ہے، یعنی حقیقت و مجاز اور ذاتی و عطائی کا فرق مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

علم غیب عطائی (۱) قرآن مجید میں ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارزق من رسول (سورہ جن) یعنی اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے وہ کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں فرماتا، مگر (۱) اس پر ظاہر کرتا ہے، جس کو پسند فرمائے رسولوں میں سے، آیت مذکورہ کے تحت صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں۔ قال ابن السیخ انہ تعالیٰ لا یطلع علی الغیب الذی یختص بہ علمہ، الا المرزق الذی یكون رسولاً و ما لا یختص بہ یطلع علیہ غیر الرسول، یعنی ابن السیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو اس کے ساتھ مختص ہے، رسول مرزق کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا، اور جو غیب کے کہ اس کے ساتھ خاص نہیں، اس پر غیر رسول کو بھی مطلع

فرمادیتا ہے اور تفسیر جبل میں ہے والمعنی ولكن الله يمتحنی ای یصطفی من رسله من يشاء فيطلعہ علی الغیب اور معنی یہ میں لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے یعنی برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر اور وما كان الله ليطلعكم علی الغیب ولكن الله يمتحنی كانه قال الا درسنا فانه يطلعهم علی الغیب اور یہ استثناء مستقل ہے یعنی حق تبارک وتعالیٰ اپنے خاص غیب پر مطلع فرمادیتا ہے اپنے برگزیدہ رسولوں کو اور اسی آیت کے ضمن میں کتاب الکلمۃ العلیاء میں مرقوم ہے کہ اہل تدقیق فرماتے ہیں کہ لا یتظہر غیبہ علی احد نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کیونکہ اظہار غیب تو اولیائے کرام پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے بلکہ یہ فرمایا لا یتظہر علی غیبہ احدا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر وغالب اور مستط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو ان دونوں مرتبوں میں کیا فرق عظیم ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ کتنا بلند مرتبہ قرآن عظیم سے ثابت ہوا ان تمام تفائیر سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرما کر علم ماکان وما یکون سے سرفراز فرمایا جس کی بناء پر آپ نے اپنے سے پہلے پچھلے لوگوں اور روز قیامت کی خبریں ظاہر فرمائیں۔ موصفاً تفسیر عزیزی میں ہے کہ "غیب نام چیز نیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد نہ حاضر نہ مبادہ و وجدان صیافت نشود و اسباب و علامات آن نیز در نظر عقل و فکر آن در نیاید تا بیدارست و استدلال دریافتہ نشود، برناہیا عالم الوان غیب است و عالم اصوات، نجات و الحان شہادت، در پیش جہنم لذت جماع غیب است، و پیش فرشتگان الم کہ سنگی و تشنگی غیب است و دوزخ و بہشت شہادت لہذا این قسم را غیب اضافی گوئید و آنچه نیست نسبت بہم مخلوقات غائب است غیب مطلق مطلق است، مثل وقت آمدن قیامت و احکام کونیہ و شرعیہ باری تعالیٰ و سرور و درد ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی التبیان التفصیل و این قسم غیب خاص او تعالیٰ نامند فلا یتظہر علی غیبہ احدا پس مطلع فی کتبہ بہ غیب خاص خود پیچ کس را موجب کہ رفع تبلیس و اشتباہ خطا بجلی دران اطلاع خاص شوند و احتمال خطا و اشتباہ

اصلاً نامند و ہمیں اطلاع کہ اور اظہار شخصے بہ غیب تو ان گفت بخلات منجہیں و اہل ہاب و کاشان و تالان و جفریان و فال میان کہ علم ایشان بہ بعض حوادث کونیہ از راہ استدلال بہ اسباب و علامات ظنیہ یا اخبار مکتبہ الصدق و انکذب جناس و شباطین تخنینی و وہمی می باشند نہ کہ یقینی، و اولیاء را ہر چند علم الہامی یقینی بہ بعض حقائق ذات و صفات یا قائل کونیہ حاصل می شود، اما تبلیس و اشتباہ بہ جمیع الوجہ انرا مرتضیٰ نے گرد تا اظہار ایشان بہ غیب و استیلا برآن متحقق گردد، بلکہ اظہار غیب بر ایشان و انکاس صورت غیبیہ در آئینہ وجدان ایشان است لہذا تکلیف عام ہاں متحقق نشود، و خود ہم در تحصیل یقین ہاں و اعتماد برآن محتاج بہ شواہد کتاب و سنت، کہ اقسام وحی اند می شوند پس اظہار بہ غیب پیچ کس را نہ دہند الا من ارتضیٰ من رسول المکہ کہے کہ پسندی کند و کس رسول می باشد خواہ اعلم الصلوٰۃ باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام خواہ از جلس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کہ اور اظہار بہ بعضے از غیوب خاصہ خود میفرماید تا ان غیوب را بہ مکلفین برساند و تبلیس و اشتباہ را از فہم بجلی دفع می نماید تا احتمال خطا و ناراستی در اسلام بران آن نگردد، و عامہ مکلفین کہ بدیدن معجزہ تصدیق رسول بشری نموده باشند در وحی ہر بر اعتماد نمود در غلط نیستند و راہ حق نہ کنند لہذا در انزال وحی احتیاط لم یخ بکاری بر نہ الہ عبارت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ غیب اس چیز کا نام ہے جو حواس ظاہری و باطنی سے غائب ہو، کسی صورت سے اس کا مشاہدہ نہ ہو سکے، ایک غائب مطلق ہے جو تمام مخلوقات سے غائب ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں جان سکتا جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور اس غیب کے اسباب اور نشانات عقل و فکر کی مدد سے نہ پائے جائیں اور بہرہست و اندھے کے آگے جہان کے رنگ غیب ہیں اور آوازیں وغیرہ ظاہر عین کے آگے لذت جماع غیب ہے، فرشتوں کے آگے بھوک پیاس کا رنگ غیب ہے اور دوزخ و بہشت ان کے لئے شہود ہے اس قسم کے غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں یعنی یہ بعض کے لئے غیب ہے اور بعض کے لئے شہود، اور جو غیب حقائق ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے

وہ حق تبارک و تعالیٰ سے مختص ہے اور وہ اس سے کسی کو اس وجہ پر مطلع نہیں فرماتا کہ اس سے اشتباہ و تلبیس رفع ہو جائے اور احتمال خطا و اشتباہ ہرگز نہ رہے اور خطا و نسیان کا امکان بھی نہ رہے اور ایسے غیب کو جس میں یہ سب صفیق پائی جاتی ہوں کسی پر ظاہر کرنا کہہ سکتے ہیں بخلاف نجومیوں، کاهنوں، طیبیوں، رلیوں، جھڑیوں اور فال دیکھنے والوں کے کیونکہ ان کا علم جہان کے بعض آنے والے حادثوں پر اسباب و علامات ظنیہ پر استدلال کی راہ سے ہوتا ہے، یا ان خبروں پر منحصر ہوتا ہے جو صدق و کذب کی متحمل ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ جنات و شیاطین کے علم سے تعلق رکھتی ہیں جو وہم و تخمین پر مبنی ہوتا ہے یقین پر نہیں، اگرچہ اولیائے کرام کو بعض حقائق ذات و صفات یا واقعات جہان کے متعلق علم الہامی یقینی حاصل ہوتا ہے لیکن اس سے بھی اشتباہ و تلبیس کا ارتفاع من کل الوجوه ضروری نہیں تاکہ ان پر اظہار غیب اور غیب پر ان کا استیلا متحقق ہو جائے، ان پر اظہار غیب اور صورت غیبیہ کا انعکاس ان کے آئینہ و جلال سے ہوتا ہے اس لئے اس سے تکلیف عام متحقق نہیں ہوتی، اولیائے کرام خود بھی اپنے علم پر اعتماد یقین حاصل کرنے میں شواہد کتاب و سنت (جو کہ وحی کے اقسام میں) کے محتاج ہوتے ہیں پس اظہار پر غیب سوائے ان رسولوں کے جن کو خدا سے تبارک و تعالیٰ پسند فرماتے، کسی کو حاصل نہیں، خواہ وہ رسول جنی یا ملائکہ میں سے ہو، جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام خواہ جنس بشر میں سے ہو جیسے حضرت محمدؐ موسیٰ، عیسیٰ خدا کے تعالیٰ ان پر اپنے خاص غیب کو ظاہر کرتا ہے تاکہ ان کے ذریعے مکلفین تک پہنچے اور اس میں اشتباہ و تلبیس کا شائبہ نہیں ہوتا جس سے خطا و ناراستی کا امکان بھی نہیں رہتا جن لوگوں نے رسول بشری کی تصدیق مجرہ دیکھ کر کی ہوگی، وہ وحی کے بارے میں اُس پر کلی اعتماد کریں گے، اور غلطی میں پڑ کر راہ حق گم نہیں کریں گے، اسی لئے انزال وحی میں پوری پوری احتیاط پیش نظر رکھی جاتی ہے

تفسیر سراج المنیر میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، وقال القرطبی المعنی فلا یظهر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول لا من غیبہ لان الرسول موبدون بالمعجزات ومنها الاخبار عن بعض المنیبات کما ورد فی التنزیل فی

قوله تعالیٰ و انبئکم بما تاکلون و ما تذخرون فی بیوتکم الی قوله و انکار الکرامات مذهب المعتزلہ و امام مذهب اہل سنت فیثبتونہا فانہ یجوز ان ینزل علیہما ما بعض اولیائے وقوع بعض الوقوع فی المستقبل فیما تجربہ و هو من اطلاع اللہ تعالیٰ آیات علی ذالک ویدل علی صحت ذالک ما روى عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کان فیمن قبلکم من الامم ناس محدثون من غیر ان ینکونہ انبیاء و ان یکن فی امتی احد فانہ عسرا خرجه البخاری قال ابن وہب تفسیر محدثون ملہمون و المسلم عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منهم احدا فان عبرت الخطاب منهم ففی هذا اثبات کرامات الاولیاء الی اخرہ یعنی آیت مذکورہ کی تفسیر میں قرطبی فرماتے ہیں المعنی قوله تعالیٰ فلا یظهر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب میں سے جس پر چاہتا ہے اس کو مطلع کرتا ہے، یقیناً رسول معجزات کی مدد سے موبد کئے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض رسول بعض مغیبات سے خبر دیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وارد ہوا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، خبر دیتا ہوں، آہ۔ اور اولیاء اللہ کی کرامتوں سے انکار معتزلہ کا مذہب ہے، اور اہل سنت ان کی کرامتوں کے ثابت کرنے والے ہیں اور یہ جائز ہے کہ خدا کے تعالیٰ اپنے بعض اولیاء میں سے بعض مستقبل کے واقعات پر الہام کرتا ہے، اور اس کو اس واقعہ کی خبر دے اور یہ خبر دنیا خاص اس کو اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کی اس کی صحت پر دال ہے، آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کے آدمیوں میں سے بعض باوجود نبی نہ ہونے کے الہام کئے جاتے تھے، پس ایسا آدمی اگر کوئی میری امت سے ہے تو عمر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اخرجہ البخاری، ابن وہب نے کہا کہ محدثوں کی تفسیر علموں سے اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ تم سے پہلی امتوں میں سے محدث ہوا کرتے تھے پس میری امت میں

سے اگر کوئی ایسا ہے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس میں کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت ہے، اور یہ وہ امام قرطبی ہیں جن کی توصیف اور ان کی تفسیر کا معتبر ہونا کشف الظنون سے ثابت ہے، چنانچہ اس میں ہے کہ شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابو بکر فرخ انصاری فرزی قرطبی، مالکی، متونی کی تفسیر حدیث اور آیات قرآنی پر مشتمل ہے۔

امام فخر الدین رازی کا فیصلہ
تفسیر کبریٰ میں اسی آیت کے تحت میں ہے، اسی وقت وقوع القیامۃ من الغیب الذی لا یدھر ہذا

اللہ یحد فان قبل فاذا حملتہم ذلک علی القیامۃ فکیف قال الا من ارتضیٰ من رسولی مع ائمتہ لا یدھر ہذا الغیب لاحد قلنا بل یدھر عند قرب القیامۃ یعنی وقوع قیامت کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، پس جب یہ کہا جائے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا تو پھر جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرما دیا الا من ارتضیٰ من رسولی حالانکہ یہ غیب بھی تو ان غیبوں میں سے ہے جو کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا، تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرما دے گا۔

صاحب خازن فرماتے ہیں
تفسیر خازن میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، الا من یصطفیٰ لرسالۃ نبوتہ فیظہر علی من یشاء من الغیب حتیٰ یستدل علی نبوتہ بما یخبر بہ من المعجبات فیكون معجزۃ لہ یعنی خدا جس کو اپنی رسالت اور نبوت کے لئے انتخاب کرے اور جس پر وہ چاہے اس پر غیب کا اظہار فرماتا ہے تاکہ ان معجبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں ان کی نبوت پر دلیل لی جائے اور یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رِّسْلِهِ مَنْ يَّشَاءُ فَاَمْنُوا بِاللَّهِ وَرِسْلَهُ وَاَنْ تَوْمِنُوْا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور انہیں ہے اللہ کہ مطلع فرمائیے نہیں غیب پر، لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ، اور اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان لے آؤ اور اس سے ڈرو تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

صاحب مدارک کی تشریح
صاحب التفسیر مدارک التنزیل آیت مذکورہ کی تفسیر لے ہیں فرماتے ہیں، وما كان الله ليؤتي احدًا منكم

على الغيوب فلا توهّموا عند اخبار الرسول بفساق الرجل واخلاص الآخر انه يطلع على ما في القلوب طلاع الله فينجبر عن كفرها وایمانها ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء الاية ای ولكن يرسل الرسل فيؤتي اليه ويخبره بان في الغيب كذا وان فلاناً في قلبه التفاف وفلاناً في قلبه الاخلاص فيعلم ذلك من جهة اخبار الله لا من جهة نفسه۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کسی کو تم میں سے علم غیب پر خبر دار کرے، پھر نہ وہم کرو نہ دیک خبر دینے رسول کے ساتھ تفاف کسی آدمی کے اور دوسرے کے اخلاص کے کہ وہ بذات خود اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ رسولوں کو مطلع فرماتا ہے، اس پر جو دلوں میں ہے، پس وحی کی جاتی ہے طرف اس کی، اور وہ خبر دیتا ہے اس کو ساتھ غیب کے کہ فلاں کے دل میں تفاف اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے، پس وہ رسول اس خبر کو خدا تعالیٰ کے مطلع کرنے سے جانتا ہے، بذاتہ نہیں جانتا۔

بیضاوی کی وضاحت
تفسیر بیضاوی میں ہے، وكان الله ليؤتي احدًا كذا علم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر و

ایمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيؤحي الله ويخبره ببعض المعجبات او ينصب له ما يدل عليه اور اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتا تاکہ مطلع کرے، اُس چیز پر جو دلوں میں ہے کفر اور ایمان میں سے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے پھر اس کی طرف وحی کرتا ہے اور اس کو بعض غیبوں کی خبر دیتا ہے یا ان کے لئے ایسے دلائل قائم کرتا ہے جو غیب پر دلالت کرتے ہیں۔

صاحب خازن مزید فرماتے ہیں
تفسیر خازن میں ہے۔ لکن الله يصطفى ويختار من رسله من يشاء فيطلعہ

علی بعض علم الغیب؛ لیکن اللہ تعالیٰ انتخاب کر لیتا ہے، رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور اس کو اطلاع دیتا ہے بعض علم غیب پر۔

تفسیر جمل میں ہے، المعنى المكتوب الله يجتنب ان يصطفى من رسله من يشاء فيطلع على الغيب، معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، پس اس کو مطلع کرتا ہے غیب پر۔

تفسیر کبیر میں ہے، فاما معرفت ذالك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبياء، لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے، فان غيب الحقائق والاحوال لا يكشفه بلاد واسطه التسول یعنی حقائق اور احوال کے غیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر مکشف نہیں ہوتے۔

تفسیر جلالین میں ہے، فان كان الله ليطلعكم على الغيب فتعرفوا المنافق قبل التميز ولكن الله يجتنب ويختار من يشاء فيطلع على غيبه كما اطلع النبي عليه السلام على حال المنافقين۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تمہیں علم غیب پر مطلع کر دیتے تو منافقین کو پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اور غیب پر اختیار دے دیتا ہے جسے چاہے جیسا کہ اُس نے نبی علیہ السلام پر منافقین کے حالات کو واضح کر دیا تھا۔

یاد رہے بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علم غیب کہا ہے تو ان کے بعض سے خدا تعالیٰ کے علم غیب کے مقابلے میں بعض مراد ہے، نہ کہ مخلوق کے مقابلے میں علم ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے۔

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيماً۔ اور اتاری ہے خدا کے تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھائی تجھے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ بات جو تو نہ جانتا تھا اور ہے خدا تعالیٰ کا فضل تجھ پر بہت بڑا۔

جلالین میں علمک ما لم تكن تعلم کے ضمن میں ہے، ای من الاحكام و الغیب یعنی احکام اور علم غیب خازن میں ہے، یعنی من احکام الشرع و امور

الذین وقيل علمك من علم الغيب، ما لم تكن تعلم وقيل معناه علمك من حقائق الامور واطلعت على ضامرات القلوب وعلمك من احوال المنافقين وكيدهم، یعنی احکام شریعت اور امور دینیہ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کو علم غیب سے واقف کر دیا گیا جسے وہ پہلے نہ جانتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو علوم کے معنی اور راز ہائے قلوب حتیٰ کہ منافقین کے حالات و فریب سے بھی مطلع فرما دیا تھا۔

تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، ان علم ماکان و مایکون ہست کہ حق سبحانہ، در شب اسراہیل حضرت عطا فرمود، چنانچہ در حدیث معراج ہست کہ من در زیر عرش بودم، قطره در حق من ریختند فعلمت ماکان و مایکون جو علم خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں عطا فرمایا، وہ ماکان و مایکون کا علم ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں ڈالا پس میں نے گزشتہ اور آئندہ کے حالات معلوم کر لئے۔

مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں ہے عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رأيت ربي عز وجل في احسن صورة قال فيما يختصم الملاء الا على قلت انت اعلم قال فوضع كفنه بين كفتي فوجدت بردها بين ثدي فعلت ما في السموات والارض وتلا وكذا لك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من الموقنين رواه دارقطني عبد الرحمن بن عائش سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا، کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عز وجل کو اچھی صورت میں دیکھا، رب نے فرمایا کہ لاگہ کس بات میں دیکھا کرتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ برور کہم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میرے رب عز وجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس میں نے جان لیا جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

حال کے مناسب آیت تلاوت فرمائی اور وہ یہ آیت ہے وکذلک نوری ابراہیم الخ
یعنی اسی طرح دکھائے ہم نے ابراہیم کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ یقین کرنے
والوں میں سے ہو جائیں، وضع کف مزید فضل ثابیت تخصیص ایصال فیض غایت کرم
تکبیم اور انعام سے کنایہ ہے اور سردی یا ناقص اور فیض اور حصول علم سے کنایہ ہے۔
اس حدیث سے آفتاب کی طرح ثابت ہو گیا کہ ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو ہر چیز کا علم عطا ہوا۔ حدیث مذکورہ میں حرف ما عمومیت پر دل ہے جیسے کہ یہ حرف
لکہ ما فی السموات وما فی الارض میں عمومیت پر دل ہے مگر بظاہر الہی حل و علی نہ کہ
بالذات، حدیث مذکورہ قولہ تعالیٰ لقد رای من آیات ربی علیہ الرحمۃ الباری ترفات شرح
حضرت ملا علی قاری قاری علیہ الرحمۃ الباری ترفات شرح
ملا علی قاری کا استدلال مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں (جلد اول ص ۴۶) فعلت
اے بد سبب وصول ذلك الفیض ما فی السموات والارض یعنی ما اعلمہ اللہ
تعالیٰ مما فیہا من الملئکة والاشجار وغیرہا عبارة عن سمعة علمہ الذی
فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر اے جمیع الکائنات التي فی السموات بل
ما فوقها كما استفاد من قصۃ المعراج والارض ہی بمعنی الجبس ای و جمیع و
ما فی الارضین السبع بل وما تحتہما كما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن التور و
الحوت الذین علیہما الارضون کلہا یعنی ان اللہ ایلٰی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
ملکوت السموات والارض وکشف لہ ذلك وفتح علی البواب الغیوب الحاصل اس
فیض کے حصول سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے یعنی جو کچھ اللہ
سبحانہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں ملائکہ اور اشجار
وغیرہ سے اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعت علم سے مراد ہے جو خدا تعالیٰ نے
حضرت پر کھول دیا، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ما فی السموات سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر
کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصۃ معراج سے استفاد ہے اور ارض یعنی جنس ہے
یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہو گئیں جیسا کہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ربیل، اور حوت مجلی اکی چھ دنیا جن پر
سب زمینیں ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں اور زمینوں
کے ملک دکھائے اور اس کو ان کے لئے کشف فرمایا، اور مجھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
شیخ محدث دہلوی کی رائے "اشحۃ الملکات" میں فرمایا ہے کہ زمین و
آسمان کے علوم اور ان پر احاطہ کرنا بھی تحریر ہے اور مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و
مواضع الصلوٰۃ ص ۱ میں بروایت مغاز بن جبل ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں
آنحضرت فرماتے ہیں، فاذا انا بری تبارک وتعالیٰ فی احسن صورت فقال یا محمد
قل لک لبیک ربی فیما یختص الملاء الاعلیٰ قلت لا دری قالها ثلثا قال
فرایت وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برزاً انا اللہ بین یتدی فتجلی بی کل
شیء وعرفت۔ پس نگاہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں پُروردگار
نے فرمایا: یا محمد، عرض کی میں نے حاضر ہوں یا پروردگار خدا نے فرمایا کہ ملا اعلیٰ کس بات
میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا یہ امر تین مرتبہ دریافت فرمایا پھر میں نے
دیکھا کہ خدا نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مجھے
اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی پس مجھ پر ہر چیز ظاہر
ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

کتاب الکلمۃ العلیا کے ص ۱۱ پر مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات
ایک حدیث سے ایک حدیث بروایت ابی جریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے
کہ ایک بھیڑ یا کسی گڈریے کی طرف آیا اور یوڈیس سے ایک بکری پکڑ لی گڈریے نے تعاقب
کر کے بکری کو چھڑا لیا (البوہرہ کہتے ہیں کہ) بھیڑ یا ایک بھیڑ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اپنی دم
دونوں ٹانگوں کے درمیان کر کے کھنکھاتا کہ اللہ تعالیٰ جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے مجھ سے لے
لیا گڈریے نے تعجب سے کہا واللہ میں نے آج تک کوئی بھیڑ یا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیے

نے کہا اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگتوں کے درمیان
 کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے وہ شخص گذشتہ اور آئندہ دنیا اور عقبی کی سب خبریں
 دیتا ہے وہ گذریا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر
 ہوا اور حضور پاک کو اس تمام واقعہ کی خبر دی اور اسلام لایا حضور سید یوم النور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبروں کی تصدیق کی سبحان اللہ کی جانور تو حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کو عالم ماکان و ماحوکات جانیں مگر انسان اس بارے میں متذنب رہیں یا
 انکار کریں علامہ علی علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ تریف جلد ۵، ص ۵۳ میں بخبر کہ
 بما مضی و ما هو کائن شرح یوں کرتے ہیں: بخبر کہ بما مضی لے بما سبق من خبر
 الاولین ومن قبلکم و ما هو کائن بعدکم ای من نبی الاخرین فی الدنیا ومن احوال
 الاجمعین فی العقبی اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذشتہ
 اور آئندہ واقعات دنیا اور عقبی کی خبر دیتے ہیں۔

علوم جزوی و کلی
 وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہِ اِلَّا بِمَا شَاءَ۔ اس آیت میں
 ارشاد متناہی متصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے انبیاء
 کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام بقدر ما یشاء احاطہ کر سکتے ہیں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات
 میں فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عائش نے آپ سے روایت کی، فعلت ما فی السموات والارض
 پس وانتم ہرچہ در آسمان و در زمین بود عبارت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی و احاطہ
 انہما و نخواہد آنحضرت مناسب این حال و بقصد استنباد پر امکان آن این آیت را و کذا لک
 نری ابراہیم، ملکوت، السموات والارض و پچھتین مودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 را ملک عظیم تمام آسمان و زمین را لیکوت من السوقین تاکہ گرد و ابراہیم از یقین کنندگان
 بوجہ ذات و صفات و توحید و اہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است در میان این دو روایت
 زیرا کہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک آسمان و زمین را دید، و حبیب بر حیرت زمین و آسمان بود
 حالی از ذات و صفات و لوازم و باطن مہر را دید، و خلیل حاصل مراد یقین بوجوب ذاتی و
 وحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان و زمین چنانکہ حال استدلال و ارباب سلوک و مجاہد و

الانسان می باشد و حبیب حاصل شد مراد یقین و وصول الی اللہ اول پس ازان دانست عالم
 را و خالق آن را چنانکہ شان مجذوبان و محبوبان و مطلوبان است و اول موافق است بقول
 ما ایت شیدا الارایت اللہ قبلہ و نشان ما بین علمہ علامہ طیبی اسی حدیث کی شرح
 میں لکھتے ہیں، والمعنی انہ کما لعلہ ابراہیم ملکوت السموات والارض کذا اللہ
 فتح علی البواب الغیوب حتی علمت ما فیہا من الذوات والصفات الظاہر والغیب
 الکلمۃ الحلی۔ صفحہ ۱۰-۱۱۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمُ یعنی سکھا دیا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا
 تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔
 خبر صادق کہ از انبیاء سے نوع خود محسوسات و معقولات انہا را شنیدہ باور کند و در دریافت
 مطالب بکار برد و چون خبر از نبی نوع بہ در رنگ این کس در دام حواس و عقل گرفتار است
 چہیزانیکہ از حد حواس و عقل بالاتر است، خارج از خطا انسانی مانند آن را با نزال وحی تعلیم
 فرموند کہ وحی علم الہی توسط ملائکہ عظام بنوع انسان برسد و بکار بیاید و الہام و کشف و نصرت
 و ہوالف و نقل امور غیبیہ کہ عرفا و اولیاء را توسط ارواح انبیاء علیہم السلام و طفیل اقتدائے
 انہا حاصل می شود ہمہ از توابع وحی است (ترجمہ) سچی خبر جو اپنے قسم محسوسات و معقولات
 کو آدمی سن کہ باور کرے اور ان کے مطالب پانے میں کار بند ہو اور جب خبر دینے والا
 انسان اسی رنگ میں عقل اور حواس کے دام میں گرفتار ہے، وہ چیزیں جو حد عقل اور
 حواس کی قسم سے بالاتر ہیں جو خطا سے انسانی سے خارج ہو اس کی مانند انزال وحی سے تعلیم
 فرماتے ہیں کیونکہ وحی الہی ملائکہ عظام کے وسیلہ سے نوع انسان تک پہنچتی ہے اور اس پر
 عمل کیا جاتا ہے اور الہام، کشف اور شرف و ہوائف اور ان کی مانند دوسرے امور غیبی جو کہ
 عارفوں اور اولیاء کو ارواح انبیاء علیہم السلام کے توسط سے ان کی اقتدار کی بدولت حاصل
 ہوتے ہیں، سچی وحی کے تابع ہیں، پس جب اولیاء اللہ کو امور غیبیہ پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کے وسیلے سے آگاہ کیا جاتا ہے تو انبیاء کرام کی غیب دانی میں کیا اشتباہ ہو
 سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم سے بعض علم کو اپنے بعض پر تھاس کہنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی وسعت علمی سے انکار کے مترادف ہے کیونکہ ہمارے علم کا بعض خدائی علم کے بعض سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔

چہ نسبت خاک را عالم پاک

ابی بن کعب کی روایت

بخاری شریف باب کتاب التفسیر، فلما جاوزا قال یفتاۃ آتنا عذرا نالقد لقینا من سفرنا هذا نصبا کے ضمن میں ہے حدیث ابی کعب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال قام موسیٰ خطیبا فی بنی اسرائیل فقیل لہا ای الناس اعلم فقال انا فعب علیہ اذا مراد العلم الیہ وادعی علی عبد من عبادی بلی عبد من عبادی الجمع البحرین ھو اعلم منک قال ای رب کیف السبیل الیہ قال تاخذ حوثا الخ قال فسلم الیہ موسیٰ وانی بارضک السلام فقال انا موسیٰ فقال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم قال ھل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا قال لہ الخضر یا موسیٰ انک اعلم من علم اللہ علمکم اللہ لا علمہ وانی علی علم من علم اللہ علیہ اللہ لا تعلمہ قال فان اتبعنی فلا تسألنی عن شئی حتی احدثک منہ ذکرنا فالطلقا یمشیان علی الساحل فمرت بہما سفینة فعرفت الخضر فجعلوہم فی سفینتہم بغير لول یقول بغير اجر فربکا السفینة قال وقع العصفور علی حروف السفینة فقبس منقارا البحر فقال الخضر لموسیٰ ما علمک وعلی و علم الخلائق فی علم اللہ الام قدام ما خمس هذا العصفور متقارۃ۔

پس سلام کر دہاں مرد موسیٰ گفت کجاست زمین کہ توئی سلام، پس گفت منم موسیٰ گفت اُن مرد موسیٰ بنی اسرائیل سنی گفت موسیٰ آرس، ہر اسی کم تر بریں کہ بیاموزی مرا از انجہ دانندہ شدہ رشده اگفت مرد موسیٰ را خضر علیہ السلام اسی موسیٰ تو بر علم رسوخ داری از معلومات خدا کہ تعلیم کردہ خدا ترا آن علم کرنے دانم اُن را دمن را سخ بر علم از علوم خدا کہ تعلیم کردہ مرا آن علم نے دانی تو اُن را گفت موسیٰ تعیت ہی کم تر اگفت خضر اگر متابعت می کنی مرا پس سوال مکن مرا از چیزے تا آنکہ من حدیث کم و گویم ترا از آن چیز ذکر سے، پس رفتند ہر دو حالیکہ کام می زنند

بر کنار دریا، پس گذشت بہر دو کشتی، پس شناختہ شد خضر علیہ السلام پس برآشتند ایشان را بہ مرد تفسیر کردہ راوی نول را بغیر اجر، پس سوار شدند بر کشتی، گفت وافتاد کشتی بہر کنار کشتی پس فرد بر مقدار خود در دریا، پس گفت خضر اے موسیٰ نسبت دانی تو و دانی من و دانی سہم آفریدگان در جنب علم خدا مگر مقدار فرو بردن ایں کشتک متقار خود را۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم الہی کی وسعت کو کوئی نہیں پاسکتا، جب ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ماکان وما یكون حاصل تھا تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ مجسّم مخلوقات کے مجموعی علوم سے آپ کا علم زیادہ تھا جس کا اندازہ خداے تعالیٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں مگر وہ آپ کا سب علم کے علم کا بعض تھا جس کی مثال اوپر گندہ چکی ہے، یعنی اتنا جتنا ہر ایک کی چوینج کا تر ہونا، بہ مقابلہ جگہ خدا کے معلوم نہیں کہ منکرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی سے اتنی کہ کیوں رکھتے ہیں اور اس کو اپنے پیمانوں سے ماپنے کی فضول کوشش کر کے خسران الدنیا والاخرہ کے مستوجب کیوں بنتے ہیں، نیز مفصلہ بالا عبارات کی موجودگی میں اہل سنت والجماعت کے صحیح عقیدہ سے انحراف کرنے میں کیا حکمت جانتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی یَوْمٍ وَلِیذَتْ

وَلِیومِ اموتٍ وِلِیومِ البعث

ایام ولادت، فوت اور قیامت کا علم

حتیٰ اور سلام خدا تعالیٰ کا ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور اس دن بھی کہ مردوں میں اور اس دن کہ پھر اٹھوں میں جیتا یعنی قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ مجھ پر سلام رہے، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارہ میں ہے والسلام علیہ یومٌ وُلِدَ وَ یومٌ یَمُوتُ یُبْعَثُ حتیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی سلامتی کی خبر دے دی، کہ پیدائش کے وقت مجھ پر سلامتی ہے دنیا سے انتقال کرتے وقت بھی اور قیامت کے دن بھی اور اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اتنی ہی حالت اوسط و انتہا میں سلامت رہنے کی خبر دی گئی۔ ان آیات کی موجودگی میں انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بدظنی بے معنی ہے کہ آپ کو اپنے خاتمہ کی خبر بھی نہ تھی منکرین آیت ما ادری ما یفعل بی کو آپ کے عدم علم کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ آیت منسوخ ہے، جب وہ شیطان کے علم کو نص قطعی سے صحیح مانتے اور حضور کے علم قطعی سے انکار

کرتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کے مطلق کرنے سے بھی غیب کے علم پر اعتقاد کرنے کو شرک قرار دیتے ہیں، تو اس حالت میں ان کا ایمان شیطان لعین پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہیں، وما ادری کے متعلق مفصل بحث ہم منکرین کے اعتراضات کے جواب میں کریں گے۔

پس ہم نے وحی کی اپنے بندے پر جیسے حق تھا
فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِیْ مَا اَوْحٰی

ہے، ایک قول ہے کہ ناروں کے متعلق وحی تھی، بعض کہتے ہیں کہ وحی یہ تھی کہ بہشت نبیوں پر اس وقت تک جب تک آپ اس میں قدم نہ رکھیں، حرام ہے اور دیگر امتوں پر بھی جب تک آپ اس میں قدم نہ رکھیں، حرام ہے اور دیگر امتوں پر بھی جب تک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو، حرام ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وحی اسرار و خفایا اور ان معارف سے متعلق تھی جن کے سوائے خدا اور اس کے رسول کے اور کوئی نہیں جانتا، اور آیت دکان فضل اللہ

علیک عظیمہ کی تفسیر میں نیشاپوری میں ہے کہ علم کی بزرگافت دے کہ خدا نے آپ کو بزرگ فرمایا۔ اور اس کے مقابلے میں دنیا کو قلیل کہا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں احکام شرع کے متعلق اشارہ ہے، اور اکثر تفاسیر میں ہے کہ اس سے وہ علم غیب مراد ہے جس سے منافقین کے حالات پوشیدہ باتیں اور دلوں کے بھید آپ پر آئینہ ہو گئے اور متعدد تفاسیر میں ہے کہ اس سے وہ تعلیم مراد ہے جس سے آپ کو احکام شرع، امور دین اور علوم غیبیہ کا حصول ہوا، اور تفسیر زاہدی میں ہے کہ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِیْ مَا اَوْحٰی سے مراد وہ کلام ہے جو خدا تعالیٰ نے اول سے آخر تک آپ سے کیا، اور جس کے جاننے سے جملہ مخلوقات مع انبیاء و رسل کے عاجز ہے۔

آپ کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں ہے کہ

تفسیر روح البیان کی وضاحت

آپ نے فرمایا، کہ حق تعالیٰ نے اپنا کف قدرت میرے شانوں پر رکھا جس کی سردی میرے پستانوں تک پہنچی، پس میں نے اولین و آخرین کے علم کو جان لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ علم ہر اس چیز کا جو ہو چکی اور ہوگی اور محدث و بدوی مدارج النبوة میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ حیرت اور لاہوت سے کشف کیا گیا اور جو باب ملکوت سے آپ نے مشاہدہ فرمایا وہ بیان نہیں فرمایا جاسکتا، بلکہ اس کا ایک ادنیٰ جزو بھی سننے کا تحمل عقل و فہم انسانی میں نہیں، اس لئے رمز، اشارہ اور کنایہ سے جو دلیل تفہیم ہے بیان فرمایا، فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِیْ مَا اَوْحٰی، آہ پس قرآن مجید اور معتبر تفاسیر سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی کثرت و وسعت بمقابلہ جمیع مخلوقات متحقق ہوئی، منکرین کے اس خیال خام سے ان کے دل کی بیماری کا اظہار ہوتا ہے، کہ حضور علیہ السلوٰۃ والسلام کا علم محیط کائنات نہیں اور ابلیس کا علم محیط ہے۔ لغو بالشد من ہذا الخرافات

بیضاوی کے حاشیہ شہاب میں آیت واعلم ما تبدون ما کنتم تکتھون کے نیچے چلپی سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات بے نہایت یعنی وراء الوراہیں آسمانوں اور زمینوں کے غیب نیز وہ چیز جو فرشتے ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں، خدا کے علوم سے ایک قطرہ ہیں، اور عقیدہ شرح قصیدہ بردہ شریف میں حضرت علامہ خرپوتی من علومک علم اللوح والقلم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ کیسی ہے۔

وقد جعل اللہ ثلاثمائة وستین

سناکل سن یعرب عن ثلاثمائة وستین

علامہ خرپوتی کا عقیدہ

صنفان العلم الاجمالیۃ فی فعلہا فی اللوح قال شیخ محی الدین ابن عربی اعلم ان اللہ تعالیٰ لما تجلی للقلم اشتق منه موجود آخر سماہ اللوح وامر القلم ان یتدلی الیہ ولیدع فیہ جمع ما یکون الی یوم القیامۃ انتھی وقال الشعرائی فی کتاب البیواقیۃ والمجہر فی عقائد الاکابر فان قلت فهل اطلع احد من الاولیاء علی عدد الحوادث المتی کتبہا القلم علی اللوح الی یوم القیامۃ فالجواب قال الشیخ فی الباب الثامن والستین بعد المائۃ من الفتوحات المکیۃ نعم انما من اطلعه اللہ تعالیٰ علی ذلک وقال الشیخ اطلعنی اللہ علی عدد امہات علوم ام الكتاب وهو مائۃ الف نوع وتسعة وعشرون الف نوع وستمائۃ نوع کل نوع منها یحتوی علی علوم انتھی الی قولہ ان اللہ اطلعه علیہ السلام علی ما کتب القلم فی اللوح المحفوظ وزادہ ایضاً لاق اللوح والقلم متناہیان فما فیہا متناہ و یجوز

احاطة المتناهی بالمتناهی وقال الشيخ زاده هـ علی در فهمک و اما من اکتلت عین بصیرته بالنور الالهی فیتشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزء من علومہ کما ہی جزء من علم اللہ تعالیٰ۔

تحقیق خدا نے لوح محفوظ کے تین سوساٹھ دندے بنائے اور ہر ایک دندے تین سوساٹھ اقسام کے علوم اجمالی ہیں اور لوح محفوظ میں ان کی تفصیل کی گئی ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کے لئے تجلّی فرمائی تو اس سے دوسری چیز مشتق ہو گئی اس کا نام لوح محفوظ رکھا اور قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے لوح کے سپرد کیا جائے یعنی وہ سب کچھ جو قیامت تک ہونے والا ہے اور امام عبد الوہاب شرنافی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب یواقیت والحوایر فی عقائد الاکابر میں فرمایا کہ کیا خدا تعالیٰ نے ان امور پر جو قلم نے لوح محفوظ پر لکھے کسی کو مطلع فرمایا ہے یا نہیں اس کا جواب شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے ایک سوار سٹھویں باب میں دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان امور کے متعلق اطلاق دی گئی، نیز فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اہمات علوم ام کتاب کے تعداد معلومات کی اطلاع دی اور ان علوم کے ایک لاکھ ستائیس ہزار اقسام ہیں اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم متعدد علوم پر حاوی ہے۔ الی قولہ۔

لوح کے علوم کا علم

جو قلم نے لوح پر لکھے مصالح فرمایا، لوح و قلم تنہا ہی ہیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ بھی تنہا ہی ہے اور تنہا ہی پر تنہا ہی کا محیط ہونا جائز ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ یہ زیادتی جو آپ کے علم کے متعلق مذکور ہوئی یہ بھی تیرے سمجھ کے اندازے پر ذکر کی گئی، ورنہ آپ کے علوم کثرت وسعت کے لحاظ سے احاطہ فہم و ادراک سے باہر ہیں اور جس کی چتر بھیرت انوار الہی سے منور ہوئی ہے وہ اپنے ذوق سے مشابہ کرتا ہے کہ لوح و قلم کے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا ایک جز ہیں جیسا کہ وہ علوم الہی کا ایک جز ہیں۔

شرح قصیدہ بردہ کی وضاحت

قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں علامہ محمد صادق ومن علومک علم اللوح والقلم کے ضمن

میں فرماتے ہیں کہ علم تو محیط جمیع اشیاء پہ صغہ لوح محفوظ از زبان قلم رسیدہ الی قولہ و مراد از

لوح محفوظ کہ قلم اعلیٰ حکم قادر مختار تقدیر است جمیع مخلوقات را در آن ثبت کردہ و مصون از تغیر و تبدل اور فادحی الی عبدہ ما ادحی کے متعلق تفسیر نیا پوری اور روح البیان و تاویلات ابوالمنصور ماترئی وغیرہ اسے منقول ہو چکا ہے کہ آپ کو علم قیامت بہ تعلیم الہی حاصل تھا، مگر آپ اس کے کتمان پر مامور تھے اور کیوں نہ ہو کہ آخر آیت سورہ لقمان میں اسم خیر مذکور ہے جس کے معنی خبر دہندہ بھی ہیں نیز جب قرآن وحدیث سے دیگر چاروں امور ثابت ہیں تو پانچویں کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے، ہاں ذاتی علم غیب کی نفی پر ہمارا ایمان ہے اور ایسا ہی علم غیب بہ عطائے الہی بہ بھی ایمان ہے۔ اگر آیات نفی و اثبات میں توفیق وتطبیق کا لحاظ نہ ہو تو آیات میں مخالفت اور محالہ لازم آتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے، اور منکرین آیات اثبات علم غیب سے انکار کر کے یومنون بہ بعض الکتاب و یکفرون ببعض کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

تمام مخلوقات کا علم

تفسیر عرسل البیان میں ہے مَا قَرَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ اس آیت کے تحت میں لکھا ہے ای ما قَرَرْنَا فِي الْكِتَابِ

ذکر احد من المخلوق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المویّدون بالانوار المعرفۃ یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہیں چھوڑا مگر اس کو کوئی آدمی آدمی کے سوا نہیں دیکھ سکتا جس کی تائید انوار معرفت سے کی گئی ہے، انوار التنزیل میں ہے، یعنی اللوح المحفوظ فأنہ مشتمل علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم فیہ امر حیوان والجماد کتاب سے لوح محفوظ عبارت ہے اور ان حالات پر مشتمل ہے جو دنیا میں ہوتے ہیں، خواہ بہت بین یا باریک، اور اس میں حیوان و جماد کا ذکر نہیں چھوڑ گیا، خاندان میں ہے، ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال اب کتاب سے اگر مراد قرآن شریف ہیں تو بھی اور اگر لوح محفوظ ہیں تو بھی اس امر پر یقین کرنا پڑے گا کہ کوئی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے خارج نہیں، وَلَا رَطْبٌ وَلَا یَابِسٌ إِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّبِینٍ یہاں بھی کتاب مبین سے مراد یا قرآن مجید ہے یا لوح محفوظ اور رطب و یابس سے مراد ماضی ومستقبل کے واقعات یا مقدرات کو نیز مراد ہیں اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اگر کوئی معترض

اعتراف کرے کہ قرآن مجید تو ہمارے سامنے موجود ہے، پھر ہم کیوں مقدرات کو نبی سے آگاہ نہیں تو اس کے جواب میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھ دینا کافی ہے۔
 جميع العلم في القرآن لاكن تقاصر عنه افهام الرجال
 اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قصور فہم کا گمان ہی نہیں۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِقَنِينٍ
 اور وہ خبر غیب دینے میں تجیل نہیں، خازن میں ہے، يَقُولُ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَأْتِيهِ
 علم الغیب فلا یجمل به علیکم بل یعلمکم یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس غیب آتا ہے اور وہ اس میں تم پر تجل نہیں کرتے بلکہ سکھاتے ہیں، اور یہ امر اسی وقت ممکن ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے اور آپ لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں۔

وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا، خازن میں ہے تَمْرُ يُوقِي بِمَحْتَدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَيَسْأَلُهُ عَنْ حَالِ امْتِهِ كَيْفَهُمْ وَيَشْهَدُ بِصَدَقَتِهِمْ، یعنی قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائیگا، پھر خدا تعالیٰ آپ سے آپ کی امت کا حال پوچھیںگا پھر آپ ان صفائی اور سچائی کی گواہی دیں گے، اور ایسا ہی تفسیر مدارک میں بھی ہے تفسیر عزیزی میں ہے کہ رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کلام درجہ از دین من رسیدہ، و حقیقت ایمان او چسبیت، و حجابی کہ بدان از ترقی محبوب ماندہ است کلام است، پس رومی شناسد گناہان شمار او اخلاص و نفاق شمارا لهذا شہادت اور در دنیا و آخرت بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نبوت کی مدد سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں، نیز وہ جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا حجاب ہے جس کی بدولت وہ ترقی سے محروم رہا، پس آپ تمہارے گناہوں اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں اس لئے آپ کی شہادت دنیا اور عقبی میں امت کے حق میں شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا کیا۔ ایسی نصوص اور

دلائل و نصیح کے باوجود اس سے انکار کرنا محرومی ایمان کی علامت ہے خدا اس سے بچائے۔
 تفسیر عزیزی میں مذکورہ عبارت کے آگے مندرج ہے، آنچہ فضائل و مناقب و حاضران زبان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل ادریس و مہدی و مقتول و جال یا از مصائب و مشائب حاضران و غائبان ہے۔ فرماید، اعتقاد بر آن واجب است، و از یہی است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتاں خود مطلع سازند کہ فلاں نے امروز چنین نمیکند و فلاں چنان، تندر و قیامت ادائے شہادت تو ان کرد۔

اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اپنے زمانے میں موجودہ لوگوں کے فضائل و مناقب مثلاً صحابہ، ازواج اور اہل بیت کے متعلق یا ان لوگوں کے متعلق جو آپ کے زمانے میں نہیں مثلاً ادریس، مہدی یا مقتول و جال وغیرہ فرماتے ہیں، یا اپنے زمانے میں موجودہ یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرماتے ہیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے، اسی بنا پر روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت کے احوال سے مطلع کرتے ہیں کہ فلاں آج یہ اور فلاں وہ کام کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی دے سکے۔

اگرچہ کلام الہی میں اور بھی متعدد آیات ایسی ہیں جو علم غیب پر احادیث نبوی علم غیب کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں، مگر ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اہل ایمان کی تشفی اور قلبی طمانیت کے لئے تو ایک آیت کا درجہ کر دینا بھی کافی ہے مگر ہم نے منکرین پر اتمام حجت کے لئے اس قدر آیات درج کی ہیں، اور عین ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اہل انصاف خالی الذہن ہو کہ ان پر غور و خوض کرے اور بتائید ایزدی دولت و ایمان و ایقان سے مالا مال ہو، لیکن جس نے بصیرت کی آنکھوں پر جھالت اور تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے اس کے لئے اطمینان کا کوئی طریقہ نہیں، اب ہم اپنے دعوے کے مزید ثبوت کے لئے ذیل میں چند احادیث بھی درج کرتے ہیں اور ناظرین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان سے سرمایہ حسین یقین حاصل کریں گے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور طبرانی ابوالدراس (مدنی) ہے، لَقَدْ شَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

علیہ وآلہ وسلم وما یحکک طائر جناحیہ الا ذکرنا منہ علماء یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال میں بھوڑا اور کوئی پندہ اپنے پر نہیں ہلاتا مگر اس کا علم ذکر ہم سے فرما دیا (اور اس کا علم ہمیں بتا دیا) اس میں یہ تہذیب لاحق ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن قیامت تک کے سب حالات بتائے، یہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ ایک دن وسعت نہیں رکھتا کہ اس میں اتنا بڑا کام سرانجام ہو سکے، اس کے جواب میں ہم عمدۃ القاری شرح بخاری کی عبارت نقل کرتے ہیں دلالت علی آتہ اخبار فی المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتداء انبائها الى انتهائها وفي ابداء ذلك كله في مجلس واحد امر عظیم، من خوارق العادة کیف وقد اعطی مع ذلک جوامع الکلم یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتداء سے لے کر انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب حالات کا بیان فرما دیا ایک بڑا معجزہ ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے، جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو معمولی وقفے میں تمام زبور پڑھنے کی طاقت عطا کی گئی تھی، مشکوٰۃ المصابیح باب بدء المخلوق و ذکر الانبیاء علیہم السلام ص ۸۰۸ میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القرآن فکان یامر بدواہ فتنسج فیقرء القرآن قبل ان تشرح دواہہ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام قرآن زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ پس وہ اپنے گھوڑوں پر زین کئے کا حکم دیا اور آپ زین کئے جانے سے پہلے زبور ختم کر لیتے، اس حدیث کے تحت میں مظاہر الحق جلد چہارم ص ۴۸۸ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے زمانہ کو طی و لبسط کرتا ہے یعنی کبھی زیادہ زمانہ تھوڑا اور کبھی تھوڑا زمانہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی منقول ہے کہ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تک ختم کر لیتے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی یذیہ

کتابان فقال اتدرون ما ہذا ان الکتابان قلنا لا یا رسول اللہ الا ان تخبرنا فقال لکذی فی یدہ الیمنی ہذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اهل الجنة واسماء ابائہم وقباکلمہم ثم اجمل علی اخرہم فلا یزاد فیہم ولا ینقص منہم ابدا ثم قال لکذی فی شمالہ ہذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اهل النار واسماء ابائہم وقباکلمہم ثم اجمل علی اخرہم فلا یزاد فیہم ولا ینقص منہم ابدا۔

در مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الایمان بالقدر فصل ثانی حدیث سوم، مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ہماری طرف اپنے ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے تشریف فرما ہوئے، اور فرمانے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیا ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نہیں جانتے مگر یہ کہ آپ ہمیں بروایت پس فرمایا کہ یہ کتاب جو ہمارے دائیں ہاتھ میں ہے، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں اہل بہشت ان کے والدین اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان میں سے آخری نام پر حساب مجمل کیا گیا، اگر تمام جنتی اتنے ہوئے، پس ان میں کمی بیشی نہ کی جائے گی، پھر فرمایا، جو کتاب بائیں ہاتھ میں ہے یہ بھی رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں اہل دوزخ معدودت و قبیلہ درج ہیں۔ پھر ان میں سے آخر والے پر حساب مجمل کیا گیا، جو کہ تمام دوزخی اتنے ہوئے پس ان میں بالکل کمی بیشی نہ کی جائے گی، الی آخرہ، درواہ ترمذی، اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث و محقق دہلوی، اشعۃ المعانی (جلد اول ص ۱۸۸) مطبوعہ نو کشتور میں فرماتے ہیں کہ کشف کردہ شدہ برآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت اس امر و مطلع شدہ برآں چنانکہ شد و خفائے نازد در آن تمثیل و تصویر کرد معنی حاصل در قلب تشریف پیچیدہ گوید در دست اوست و حالانکہ در خارج کتاب نیست و نوشتہ نہ و اہل باطن و ارباب مکاشفہ گویند کہ وجود کتاب حق است و محمول بر حقیقت ہے شائبہ مجاز و تاویل۔

قال اللہ انشاء اللہ غلاما یكون فی

مجرک مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت

بروایت ام فضل وارر ہے کہ اس نے ام فضل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، کہ

حضرت حسین کی ولادت کی خبر

میں نے آج رات ایک ناپسند خواب دیکھا ہے، حضور نے پوچھا، وہ کیا گیا اس نے عرض کی کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک لکڑا آپ کے جسم کا کاٹ کر میری گود میں رکھا ہے، حضرت نے سن کر فرمایا کہ یہ خواب تو اچھا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لکڑا پیدا ہوگا، وہ تیری گود میں ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده (صحیح بخاری و صحیح مسلم) یعنی جب کسری ہلے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ یہ بات آپ نے اس وقت ارشاد فرمائی جب کہ کسری و قیصر کی عظمت

شان اپنی انتہائی بلندی پر تھی، اور کسی آدمی کے ذہن میں بھی ان کے زوال کا خیال نہ آتا تھا لیکن تاریخ بلکہ آج تک کا مشاہدہ اس پر شاہد ہے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا، وہ حرف بحرف پورا ہوا، اور ایران میں کسری کی شاہنشاہیت اور روم میں قیصر کی شاہنشاہیت کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایران میں مجوسی شاہنشاہ اور روم میں رومی شاہنشاہ کا وجود کسی کو نظر نہ آیا۔

فتح خیبر کا علم خیبر میں یہودیوں کی زبردست طاقت کی موجودگی نے اسلامی لشکر کوئی حملہ ناکام بنا دیا، ایک دن آپ نے فرمایا، لا عطين هذا

الرأية غداً رجلاً بفتح الله على ايديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله یعنی کل میں یہ علم اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر کل فتح ہو جائے گی، اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور رسول اس کو پیار کرتے ہیں پھر دنیا شاہد ہے کہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح وقوع میں آیا۔

صحابہ کے ہر سوال کا جواب صحیح البخاری کتاب العلم میں ہے، ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے کہ بعض صحابہ نے آپ سے کچھ سوال کئے جو آپ کی طبع مبارک پر ناگوار گزرے۔ پھر آپ نے پُر خوش انداز میں فرمایا، سلونی عما شئتہم یعنی مجھ سے جو چاہو دریافت کرو، جس کے جواب میں کچھ حضرات

نے مختلف سوالات کئے اور ان کے صحیح جوابات پائے، آپ بار بار فرماتے تھے، کہ پوچھو مجھ سے پوچھو مجھ سے، یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اللہ اپنا رب، محمد اپنا رسول اور اسلام اپنا دین پسند ہے۔

ایک غزوہ میں ایک شخص بڑی تندہی سے دشمنان اسلام کے مقابلے میں جنگ کر رہا تھا

ایک صحابی کا حشر بعض صحابہ کرام نے اس کے جانبازانہ حملوں کی بنا پر اس کی تعریف کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ ایک صحابی تفتیش کرنے حال کے لئے اس کے پیچھے ہوئے اور دیکھا کہ لڑائی میں اسے ایک زخم آیا لیکن اس نے بے خبری کی اور خودکشی کر لی، وہ صحابی رضی اللہ عنہ (عمر) جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے خبر دی اور شہادت دی کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں اصل واقعہ سے آگاہ ہو کر صحابہ کا تعجب رفع ہوا۔ ملخصاً

اسی طرح ایک اور شخص کسی غزوہ میں قتل ہوا، اور کسی نے اُنکے خردی کہ فلاں آدمی شہید ہوا، آپ نے سن کر فرمایا کہ شہادت اس کی قسمت میں نہیں کیونکہ وہ مال غنیمت میں سے ایک عبا چرانے کی وجہ سے دوزخ میں ہے اور میں نے خود اسے دوزخ میں دیکھا ہے، ملخصاً آپ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت حکومت الخلفاء الراشدين کی مدت کا تعین الیہ اتیس برس تک رہے گی پھر ملوکیت ہو جائے گی یہ مدت خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر ختم ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں نے ایک کنواں دیکھا، اس پر ڈول پڑا ہوا تھا میں نے کنوئیں میں سے پانی کے اتنے ڈول نکلے جتنے خدا نے چاہے، پھر یہ ڈول ابن قحاطہ (صدیق اکبر) نے لے لیا اور ایک دو ڈول پانی نکالا لیکن ابن پر ضعت کا اثر تھا عفا اللہ تعالیٰ عنہ، پھر یہ ڈول جہلم میں بہت بڑھ گیا لا ابن خطاب (فاروق اعظم) نے ہاتھ میں لیا اور بڑی ہمت سے کھینچا، میں نے کسی طاقتور کو اس طرح کھینچتے نہیں دیکھا (تھی) کہ حوض پانی سے بڑھ گیا اور پینے والے چاروں طرف بکثرت جمع ہو گئے (ملخصاً)

اس میں شیعیان کی خلافت کا اشارہ ہے جسے خدا نے تعالیٰ نے پورا کر دیا۔

صحیح بخاری مناقب ابو بکر اور جامع ترمذی مناقب عثمان میں ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں کسی پہاڑ پر تشریف فرما تھے کہ اچانک پہاڑ لرزنے لگا، آپ نے فرمایا کہ اے پہاڑ مجھ پر ایک رسول، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ اس میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی طرف اشارہ تھا (ملاحظہ)

امام حسن کے کردار کی وضاحت صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق فرمایا

کہ میرے اس فرزند کے ذریعے سے خدا مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرے گا چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت میں ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح آپ نے حضرت علی، حضرت امام حسین، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہادت کی خبر دی اور آپ نے آئندہ واقعات کے متعلق استقدر پیش گوئیاں کیں جن کا احاطہ مشکل ہے اور وہ سب کی سب حرف بحرف پوری ہوئیں قرآن مجید، کتب احادیث اور مستند تاریخیں اس امر کی شاہد ہیں۔

علماء امت کے نظریات اب ہم ذیل میں مقتدر علمائے امت کے اقوال بھی درج کرتے ہیں جن میں اس مسئلہ پر اظہار خیال ہے اور جن سے اس مسئلہ میں بے دیوں کی آنکھوں کو نیرہ کر دینے والی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) علامہ محمد صادق علی قصبہ یروہ تشریف کی شرح میں ہے تحت "و من علومك علم اللوح والقلم" فرماتے ہیں "علم تو محیط است بجمیع اشیا، آنچہ بر صفحہ لوح محفوظ از زبان قلم رسیدہ الی قولہ و مراد انہ لوح محفوظ کہ قلم اعلیٰ الحکم قادر مختار تقدیرات جمیع مخلوقات را در ان ثبت کردہ و مصون است از تغیر و تبدل" یعنی آپ کا علم تمام اشیا پر جو زبان قلم سے صفحہ لوح محفوظ تک پہنچی میں محیط ہے۔ اور لوح سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں قادر مطلق کے حکم سے قلم اعلیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیریں تحریر کر دی ہیں، اور وہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت میں فرماتے ہیں، و کون منہا من علومہ علیہ السلام تنوع الی و اسکیات و الجزیات و

حقائق و معارف و عوارف تتعلق بالذات و الصفات و علمها یكون نهداً من نحوہ علمہ و حرقاً من سطور علمہ۔ اور لوح محفوظ کے علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا ایک جزو ہیں کیونکہ آپ کے علوم کلیات جزئیات حقائق، معارف اور ان کے عوارف سے جن کا تعلق ذات صفات سے ہے، پر منقسم کیا، اس لئے لوح محفوظ کا علم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی ایک نہر ہے، اور آپ کی سطور علم میں سے ایک حرف ہے، تو اگر یہاں معترض اعتراض کرے کہ اگر لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کا ایک جزو ہے، تو دوسرے اجزا کون سے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ لوح محفوظ صرف قیام قیامت تک کے حالات مندرج میں لیکن آپ واقعات قیامت اور مابعد قیامت سے بھی آگاہ ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کا علم تنہا ہی ہے، لا تنہا ہی علوم صرف ذات باری تعالیٰ کے ہیں، جس کی ابتداء اور انتہا نہیں۔ شہید عفی عنہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث نے ارقام فرمایا ہے "وی صلی اللہ علیہ وسلم داننا است بہم چیز انہ شیونات و احکام الہی و احکام حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ، و مصداق فوق کل ذی علم علیم شد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اشیا، شیون، احکام الہی، صفات حق، اسماء، افعال اور آثار کے جاننے والے ہیں اور تمام علوم ظاہری و باطنی، اولین و آخرین پر احاطہ فرما کر فوق کل ذی علم علیم کے مصداق ہوئے۔ نیز اسی کتاب میں ہے "از زبان آدم تا تقواری برہے علیہ السلام منکشف ما جہتہ تا ہمہ احوال (او) انہ اول تا آخر معلوم گردد، و یاران خود را نیز از بعضی احوال خبر داد" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نفعہ اولیٰ تک کے حالات آپ پر منکشف فرمائے تاکہ اول سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں۔

ابن تیمیہ علامہ ابن تیمیہ حرانی نے صحیحین کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے (الفرق بین ادلاء اللہ و ادلاء الشیطان)

کہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے مابین بحث ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوالبشر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا۔ آپ میں اپنی روح پھونکی اور ملائکہ سے آپ کے لئے سجدہ کرایا مگر آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکالا۔ حضرت ابوالبشر علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ خدا نے آپ کو صفت کلیمی سے برگزیدہ کیا، آپ کو تورات عطا فرمائی مجھے یہ تو بتائیے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے یہ آیت لکھی ہوئی دیکھی، وَعَصَىٰ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر آپ مجھے ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی، یہ جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاموش ہونا پڑا۔

ہم مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ حضرت آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے زمانوں میں بعد المشرقین ہے پھر یہ مکالمہ کس طرح اور کہاں ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ آیت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چالیس سال پہلے ہی لکھی جا چکی تھی، حضور علیہ السلام تک یہ بات کیونکہ پہنچ گئی؟ کیا ان سوالات کے جوابات امور غیبیہ میں سے نہیں اگر ہیں (اور یقیناً ہیں) تو پھر مخالفین غیب عطائی کے منکر ہو کر کسی نصوص اور احادیث کا کیوں انکار کرتے ہیں جس سے ارتکاب کفر لازم آتا ہے۔

مُنکِرین علم غیب کے دلائل ہم ذیل میں منکرین کے دلائل نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی مثبتین علم غیب کے جواب بھی

درج کرتے ہیں، فریقین کے دلائل کے بعد ہم مختصر مگر فیصلہ کن محاکمہ لکھیں گے (ان شاء اللہ) آیت ۱۷۱ وَعِنْدَ مَفَاتِیْحِ الْغَیْبِ لَا یُعْلِمُهَا اِلَّا هُوَ ”یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور غیب کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ۔“

الجواب آیت مذکورہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے نہ کہ غیب عطائی کی۔ اگر علم غیب عطائی

کی نفی تسلیم کی جائے تو ان آیات کے کیا معنی ہوں گے جو اثبات علم غیب میں پیش کی گئی ہیں اور متعدد تفاسیر سے جو مستند حوالے پیش کئے گئے ہیں ان کی کیا تاویل کی جائے گی۔

فائدہ لطیفہ۔ عندہ مفاتیح الغیب (۱) مقالید السلوات والارض میں اہل ایمان کو کچھ اور ہی بات نظر آتی ہے یعنی مفاتیح کا پہلا اور آخری حرف (م ح) مقالید کے پہلے اور آخری حرف (م د) سے ملانے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنتا ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے تعالیٰ کے خزانہ علوم کی کنجیاں عطا ہوئیں اور اہل ایمان کو اس میں ذرا بھی شک نہیں کیونکہ ان کا تو پہلے ہی یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارک ہی قاسم العلوم والانعام ہے اور خدا نے تعالیٰ کا فضل والانعام جس پر جس حالت میں بھی ہو آپ کی روح پاک کی معرفت ہی ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا دروازہ تھے (انامینہ العلم و علی بابہا) اسی طرح خدا نے تعالیٰ کے علوم غیبیہ و اسرار خفیہ کے خزانوں کے کلید بردار آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں، اور یہ بات امر واقعہ اور حقیقت کی جان ہے، بخاری شریف میں عتبہ بن عامر سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ یعنی زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں۔

پس آیت مذکورہ اور دیگر آیات و احادیث میں جن میں علم غیب کا اثبات ہے، یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ تعلیم الہی کے بغیر آپ علوم الہیہ کو نہیں جانتے، اور یہ تعلیم الہی سے بعض غیوب آپ کو حاصل ہیں، یعنی علوم الہی کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو بطلان الہی حاصل ہوئی ہیں۔ اپنی ذات سے نہیں، اور اہل سنت والجماعت کی تفاسیر کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ آپ کا علم غیب عطائی ہے ذاتی نہیں، اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ مفاتیح الغیب سے وہ پانچ غیوب مراد ہیں جو سورہ لقمان کے آخر میں بیان ہوئے، اور ان کا حاصل ہونا بہ تعلیم الہی اپنے موقع پر آئے گا۔

تفسیر روح البیان میں آیت عندہ مفاتیح الغیب (۱) کے تحت میں لکھا

ہے، فعلم ان الغیب مختص باللہ تعالیٰ وماردی عن الانبیاء والاولیاء من الاخبار
عن الغیوب فتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالهام واكتشف فلا
ینافی ذلك اختصاص علم الغیب بما لا یطلع علیہ الا الانبیاء والاولیاء والملئكة
كما اشار الیہ بقوله علم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الا من ارتضى من
رسول ۱۰۵۱

پس معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے اور انبیاء اولیاء سے جو غیب کی
خبری دینی مروی ہیں، پس وہ خدا کی تعلیم سے ہیں یا بطریق وحی یا بطریق کشف والہام
پس جس علم پر سوائے انبیاء اولیاء اور ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوا۔ وہ حق تعالیٰ سے
ہی خاص ہے جیسا کہ آیت علم الغیب فلا یظهر۔ الخ کے مضمون سے ظاہر ہوتا
ہے ۱۰۵۱ مواہب لدنیہ، الور محمدیہ، مدخل ابن حاج اور زرقانی شرح مواہب میں لکھا ہے
لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ فِي مَشَاهِدَتِهِ لَامَتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ
دُنْيَا لَهُمْ وَعِزَّتُهُمْ وَخَوَاطِرُهُمْ وَذَلِكَ عِنْدَ جَلِّيٍّ لَّا خَفَايَاهُ، النوار
محمدیہ اور مواہب کے اسی صفحہ پر عبارت مذکورہ کے تحت میں فرمایا ہے فان قلت
هَذَا الصَّفَاتِ مَخْتَصَّةٌ بِاللَّهِ تَعَالَى فَالْجَوَابُ مَنْ أُنْقَلِ إِلَى عَالَمِ الْبَرَزِخِ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَعْلَمُ أَحْوَالَ الْأَحْيَاءِ غَالِبًا وَقَدْ وَفَّقَ كَثِيرًا مِنْ ذَلِكَ كَمَا
هُوَ مَسْطُورٌ رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْسَ
مِنْ يَوْمِ الْأَوَّلِ مِنْ عَلَى النَّبِيِّ أَعْمَالِ أُمَّتِهِ غَدَاةٌ وَعَشِيًّا فَيَعْرِفُ سِيمَاهُمْ
وَأَعْمَالَهُمْ وَلِذَا ذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا
رَبِّدِرَ السَّافِرِ وَمَوَاقِفِ مِنْ عَيْنِهِ

آنحضرت سنی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی امت کے احوال
نیات ارادے اور قلبی وساوس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات ان کے
نزدیک جلی ہے خفی نہیں اور ابن مبارک نے سعید بن مسیب سے روایت کیا کہ ہر روز
انہیوں کے اعمال جو کہ وہ صبح اور شام کرتے ہیں، آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

پیش کئے جاتے ہیں، پس آپ ان کے چہروں سے ان کے اعمال کو پہچانتے ہیں وخواہ
وہ اعمال دینی ہوں یا دنی، بدنی ہوں یا مالی، اچھے ہوں یا بُرے، اسی بنا پر آپ قیامت
کے دن امت کے اعمال نیک و بد کی شہادت دیں گے اور اعمال بد پر امت کی رنگاری
کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔

اور زرقانی میں عبارت مذکور کے بعد فرماتے ہیں (من انتقل عالم البرزخ من
المؤمنين) الکاملین (یعلم احوال الاحیاء غالباً) باعلام اللہ تعالیٰ وتعرض علی
الانبياء والاولیاء والاممات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتهم وتزاد وجوههم
بیاضاً واشراقاً فاتقوا الله ولا تؤذوا امواتکم درواہ الترمذی حکیم ترجمہ اور مؤمنین
میں سے جو دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال فرماتے ہیں (یعنی کامل مؤمنین) اکثر زندوں
کے احوال کو جانتے ہیں باعلام الہی، اور ایک حدیث کی رو سے پیش کئے جاتے ہیں، ان
کے اعمال ہر جمعرات اور پیر کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ان کے حالات ہر جمعہ کے دن
ان کے والدین اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں پس وہ
ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں پر سفیدی اور روشنی زیادہ ہوتی
ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے فوت شدگان کو (اعمال بد سے) ایذا نہ دو (رواہ ترمذی)
اور یہی حدیث امام ابو عبد اللہ قرطبی کے تذکرہ سے ابن حاج نے مدخل میں نقل کی ہے۔

تقویت ایمان صحفہ ۱ میں لکھا ہے
صاحب تقویت ایمان کا عقیدہ
قال الله تعالى قل لا يعلم من

فی السموات والارض الغیب الا الله وما یشرعون ایان یمشون، اسی آیت
کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ تمام غیبی علوم ذاتی طور پر خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا
اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ذاتی علم غیب صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہی ہے اور آیت
میں اسی کی نفی ہے، یعنی تمام غیبی علوم کوئی نہیں جانتا نہ بغیر تبارک کسی کو معلوم نہیں
تفسیر مدارک میں ہے وَالْغَيْبُ مَا لَمْ يَقُمْ عَلَيْهِ دَلِيلٌ وَلَا أُطْلِعَ عَلَيْهِ مَخْلُوقٌ يَعْنِي غَيْبٌ
وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا، یعنی ہے ہی وہی

بات جس کی کسی کو بھی اطلاع نہ ہو یعنی جس غیب کی کسی کو وہی طور پر اطلاع مل گئی، وہ غیب غیب نہ رہا، نہ اس کو غیب کہا جاسکتا ہے۔ اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ غیب صرف ذاتی ہے اور جن آیات میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہ اسی ذاتی ذاتی غیب کی ہی ہے۔

وَمِنْ حَوْلِكَ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

مردو اعلیٰ النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم اس آیت سے بھی منکرین علم غیب نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی ہے حالانکہ اس میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے یا اس حالت کا ذکر ہے جس میں کہ آپ منافقین کے نفاق کو ظاہر کرنے پر مامور نہ تھے، پھر جب آپ مامور ہوئے تو آپ نے منافقین کو ان کے نام لے لے کر مسجد سے باہر نکال دیا اور یہ امر بھی مستلزم ہے کہ آپ کی آخری حالت پہلی حالت سے بلحاظ علم و کمالات بلند اور بہتر تھی کیونکہ آپ ساعت بہ ساعت ارتقا کی منازل طے کرتے جاتے، کما قال اللہ تعالیٰ دَلَّاخِرُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأَوَّلِ تیرا آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اے محبوب آپ ترقی علم کی دعا کریں، اور اپنے پروردگار کو کہیں کہ اے میرے پروردگار زیادہ کر میری سمجھ کو

تفسیر کبیر میں متن حولک من الاعراب منافقون کے تحت میں لکھا ہے

عن السدي عن النسي بن مالك فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا

فلان فانك منافق، فاخرج من المسجد ناساً وففحهم۔ ترجمہ۔ سدی نے

النسي بن مالك رضي الله تعالى عنه سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا کہ بھلے فلاں کہ تو منافق

ہے، اور بھلے فلاں کہ تو منافق ہے، پس آپ نے منافقوں کو مسجد سے نکال دیا اور انہیں

ذلیل و رسوا کیا، اور تفسیر در مشرق میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر اور ابن

ابی حاتم سے طبرانی نے اوسط میں اور ابو شیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے آیت مذکورہ کے ضمن میں لکھا ہے قائم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة خطباً

فقال قم يا فلان فاخرج فانك منافق فاجرحهم باسمائهم ففحمهم ولم يكن عمر

ابن الخطاب شہید تلك الجمعة الحاجة كانت له لقيهم عمر رضي الله تعالى عنه وهم يخرجون من المسجد، فاخترأ عمر منهم استحياءاً انك لم يشهد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واخترأواهم من عمرو وظنوا انه قد علم باسمهم فدخل عمر رضي الله تعالى عنه المسجد فاذا الناس لم ينصرفوا، فقال الرجل البشريا عمر فقد ففحم الله المنافقين اليوم، فلهذا العذاب

الاولى والعذاب الثاني في القبر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے، تو فرمایا

کہ اے فلاں اٹھ کہ تو منافق ہے، پھر منافقوں کو ان کے نام لے لے کر نکال دیا، اور انہیں

رسوا کیا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس ہی سے وجہ سے حاضر نہیں ہوئے

تھے، منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، ورنہ بالیکہ منافق مسجد سے خارج ہو رہے تھے۔ حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منافقوں سے کترائے، کیونکہ آپ کو واقع کی خبر نہ تھی اس لئے کہ آپ

جمعہ سے رہ گئے تھے تو ایک آدمی نے کہا کہ اے عمر خوشخبری ہو کہ آج خدا نے

منافقوں کو ذلیل و خوار کر دیا، پس منافقوں کے لئے یہ پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر

میں ہے اور ابوالشیخ نے ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ فی قولہ سنعدہم مرتین

فقال كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يعذب المنافقين يوم الجمعة بلسانه على

المنبر وعذاب القبر یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ جلدی ہی ہم منافقوں کو دو

مرتبہ عذاب دیں گے اس نے کہا کہ ایک عذاب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی

زبان مبارک سے منبر پر کھڑے ہو کر ان کو دے دیا اور دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔

تفسیر سراج المنیر میں حضرت علامہ محمد شیر مینی الخطیب سدی کی روایت مذکورہ کے بعد

فرماتے ہیں، قال قبل كيف هذا مع قوله تعالى لا تعلمهم نحن نعلمهم احبيب بانه

تعالیٰ اعلمہ بہم بخد ذلك ترجمہ اگر کہا جائے کہ خدا کے اس قول کی موجودگی میں

کہ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں یہ واقعہ کیونکہ ہوا، تو میں اس کا جواب

یہ دونوں کہ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کو اطلاع دے دی یعنی نفی مذکورہ کے بعد آپ کو منافقین کے احوال سے مطلع فرمایا اور ایسا ہی تفسیر معالم التنزیل اور خاندن وغیرہ میں بھی منقول ہے اس واقعہ کو مولوی محمد کھوی نے بھی اپنی تفسیر میں اور کتاب "زینت الاسلام" میں تحریر کیا ہے۔

ہم بھی تو اس بات کے قائل ہیں کہ جو علم آپ کو پہلے نہیں ملا تھا وہ بفضلہ تعالیٰ بعد میں عطا ہوا جیسا کہ علمک ما لعلک تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما کے معنی میں پیش بیان ہو چکا ہے۔ پس ہم منکرین سے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ جس چیز کا علم آپ کو دیا گیا کیا اس کے سلب کے جانے کے متعلق تمہارا سپاس کوئی دلیل ہے۔

ہاں بوقت عتاب یا کسی حکمت کے اظہار کے لئے حجاب ہو سکتا ہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو عتاب کے وقت اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اظہار حکمت کے لئے ایسا وقوع میں آیا جو اپنے موقف پر آگے کا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مواہب الدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے کہ حضور تبارک و تعالیٰ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا اور جو کچھ اس میں تاقیامت ہونے والا ہے کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی بھتیجی کی طرف علامہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ قسطانی جلد ۷ صفحہ ۲۳۴ میں لکھتے ہیں اِنَّ اللہَ قد رفع اے اظہور وکشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانما النظر الیہا والی ماہور کان فیہا الی یوم القیامۃ کالتما النظر الی کفی ہذہ اشارة الی اللہ نظر حقیقۃ رفع بہ اللہ ارید بالنظر العلم اس سے صاف مترشح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دنیا ظاہر ہوئی اور حضور نے جمیع ما فیہا کا احاطہ کر لیا اور حضور کی اس بات سے کہ میں دنیا اور جو کچھ اس میں تاقیامت ہوئیوا لا ہے کو اپنی کھب و دست کی مانند دیکھ رہا ہوں یہ مراد ہے کہ آپ نے جو کچھ دیکھا نظر حقیقت سے دیکھا نہ کہ نظر مجاز سے۔

قل لا املک ولفنسی نفعا ولاضررا الا ما شاء اللہ ولو کنتم اعلم الغیب

لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الانذیر و بشیر لقوم یؤمنون۔
یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو کچھ خدا چاہے اور اگر میں جانتا تو بے شک بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے برائی نہ چھوٹی، میں تو فقط ان لوگوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں جو کہ یقین رکھتے ہیں۔

تفسیر حسینی میں آیت مذکورہ کے تحت میں لکھتا ہوں کہ دانستے من غیب را بے تعلیم الہی اور موضح القرآن میں بھی اس آیت کے تحت میں لکھا ہے۔ اگر مومنان میں کہ جانتا میں بے تعلیم خدا البتہ زیادہ کرتا میں مال اور نفع سے اور فتح وغنیمت سے یعنی اگر میں بذات خود غیب جانتا تو مال دنیا جمع کر لیتا اور مجھے فقر لاحق نہ ہوتا پس جب مجھے حق تبارک و تعالیٰ سے تعلیم حاصل ہوئی تو میں نے مال دنیاوی کو ترک کر دیا اور فقر و درویشی کو اختیار کیا یعنی میں نے اپنی رضا کو مشیت الہی کے بالکل تابع کر دیا۔ بمصدق ۷۰

رشتہ در گردنم افگند دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
یعنی یہ سب کچھ محض اسی لئے ہے کہ تائید از دی نے مجھے یوں ہی سکھایا اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ میں بہت سی بھلائی لیتا اور برائی مجھ کو نہ چھوٹی تو میں آپ کے لئے کثرت خیر اور عدم سؤ ثابت کرنا ہو گا اور اس کے ثابت ہو جانے سے آپ کے لئے غیب بہ تعلیم الہی خود بخود ثابت ہو جائیگا کیونکہ شرط و مشروط لازم و ملزوم ہیں قرآن مجید میں ہے۔ انا اعطینک الکونین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

کوثر در لغت خیر بسیار را گویند مشتق از کثرت است الی قولہ و نیز شامل است علم بسیار را و کثرت علم دریں امت نیز خیلے مشاہد و محسوس است۔ آیت مذکورہ سے کثرت خیرات ثابت ہو گئی نیز قرآن مجید میں آپ کا مسلمانوں کو حکمت و کتاب سکھانا اور تہذیب کرنا بھی مذکور ہے اور من یوقی الحکمۃ فقد اوقی خیرا کثیرا کی رو سے آپ کے فیض یافتہ جب کثیر کے بمصداق ٹھہرے تو آپ معلم حکمت ہونے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ صاحب خیر کثیر قرار پائیں گے۔ کلام الہی میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے کذلک لنصرف غنہ السوء و الفسقاء ایتہ من عبادنا المخلصین۔ ترجمہ از مولوی

اشرف علی تقانوی، ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا، تاکہ ہم ان سے صغیرہ و کبیرہ گناہ کو دور رکھیں، وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے، اب غور فرمائیے کہ حبیب یوسف علیہ السلام کے لئے عدم سو بہ حیثیت مخلص ہونے کے ثابت ہے تو کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے من کل الوجوہ ثابت نہیں ہوگا، ضرور ہوگا اور بالضرور ہوگا بلکہ جملہ انبیاء کیمتعلق عدم سو کا اعتقاد ضروری ہے، پس جب کثرت خیر اور عدم سو کا ثبوت مل گیا، جو کہ مشروط تھا تو شرط کا وجوہ بھی ضروری ہوا، یعنی غیب بہ تعلیم الہی۔

قرآن مجید نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار تو ایک طرف گفتار پر بھی فتویٰ دیا، کہ وہ بات چیت بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ خدا کی رضا کے ماتحت کرتے ہیں، وما یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی اِنَّ آیَاتِکِی مُوجِدٌ میں آپ کے متعلق کثرت خیر اور عدم سو کا اعتقاد لازمی ہے۔

وما ادری ما یفعل بی کی دلیل قل ما کنْتُ بدعا من الذَّٰلِکَ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

آپ کبہ تکجی کوئی میں انوکھا رسول تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ یہ آیت سورہ فتح کی آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لیغفلک اللہ ما تقدَّم من ذنبک وما تاخَّر الی قولہ وکان ذالک عند اللہ فوزًا عظیمًا سے منسوخ ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ حکم نسخ احکام میں واقع ہوتا ہے، اخبار میں نہیں، یہ غیر صحیح ہے کیونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ان دونوں میں حدیث صحیح کی رو سے نسخ جاری ہے جیسا کہ تفسیر باب التاویل فی معانی التبریل میں آیت وَاِنْ تَبَدَّلَا اِمَّا فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَاَتَخَفَوْهُ یَحَاسِبُکُمْ بِہِ اللہ کے نیچے بکھلا ہے، جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام پر شاق گذری، پھر اللہ تعالیٰ نے آیت لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے اس کو منسوخ کیا اور اکثر تفسیر میں بھی ایسا ہی ذکر ہوا ہے۔ پس صحیح احادیث اور غیر معتبر تفسیر کی شہادت سے اخبار میں نسخ ثابت ہو گیا ہے تو آیت مذکورہ کو بطور استدلال پیش کرنے کی کیا ضرورت رہی کیونکہ آیت

وما ادری ما یفعل بی آیت لیغفلک اللہ سے منسوخ ہے اور اس سے بہت پہلے کی حالت ہے، نیز یہ اس قسم کی خبر ہے جو حکم سے متعلق ہے۔

پس یہ نسخ حکم کے تعلق کی وجہ سے جائز ہے اور نسخ اخبار حضرت ابن عباس حضرت انس، حضرت قتادہ، حضرت عکرمہ، حضرت حسن اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب ہے، جلالین کے حاشیہ جمل میں بحوالہ تفسیر قرطبی منقول ہے کہ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم کا معاملہ قیامت کا ہے جب آیت اُتری تو مشرکین یہود اور منافق سب خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم ایسے نبی کی کیا اتباع کریں جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آئندہ اُسے اور ہمیں کیا پیش آئے گا اور بے شک ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اگر یہ خدا کا فرستادہ سچا نبی ہوتا تو جو کچھ اس سے ہوتا تھا اس کی خبر دے دیتا پس یہ آیت لیغفلک اللہ نازل ہوئی جس سے مومن لوگ خوش ہو گئے اور منکر

ذلیل و رسوا ہوئے، قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں جو اخبار غیب پر مشتمل ہیں اور اس امر کی مصدق ہیں کہ آیت وما ادری منسوخ ہو چکی، اور علم غیب آپ کو بہ تعلیم الہی حاصل ہو گیا، مثلاً سورہ روم کی ابتدائی آیات، یا یہ آیت وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ یَا اَخْبَارِ ہوں سید پارے کی ابتدائی آیات وغیرہ ذالک۔

پانچ چیزوں کا علم اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وِیَنْزِلُ الْغَیْثُ وِیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ، وما تدری نفسٌ ماذا تَکْسِبُ

خدا وما تدری نفسٌ بآی ارضی تموت، اِنَّ اللہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (سورہ لقمان) بے شک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ کہ مادہ کے پیٹ میں ہے، اور نہیں جانتا ہے کوئی کہ کیا کرے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مرے گا کہ بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے۔ خبر دار، (نقوۃ الایمان ص ۱۸) آیت مذکورہ میں پانچ چیزوں کا علم جو ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، بے شک مخلوق میں سے کوئی بذات خود اور بالاستقلال اسے نہیں جانتا اور جو بالذات بلا تعلیم الہی جاننے کا مدعی ہو وہ کافر ہے مگر بطلان الہی یہ علم انبیاء علیہم السلام کو ان کی تبعیت میں

اولیائے عظام کو بھی حاصل ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہے جس کا انکار کفر ہے، پس اہل منت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ جس قدر اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ آیت مذکورہ میں مخلوق کے لئے ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ عطائی کی نہیں جیسا کہ صفات گذشتہ میں مذکور ہوا ہے نیز آیت کے آخر میں اسم خیر ہے جس کے معنی خبردار اور خبر دہندہ ہیں، جیسا کہ مرقاۃ مفرغ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رو ما ادری ما یفعل بی کے ضمن میں، اور علم غیب عطائی کا انکار کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ایسی کئی خبریں موجود ہیں اب اگر کوئی سوال کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ خبریں کہاں سے ملیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ سے اور اسی کا نام ہم نے علم غیب عطائی رکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ علم غیب کی مذکورۃ الصدر پانچ اقسام میں سے جو ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہیں، مخلوق کو بھی کچھ حصہ ملا یا، کہ بالکل نہیں، یہ ثبوت بحوالہ آیات قرآنی و احادیث صحیحہ ملاحظہ فرمائیے۔

علم الساعة قسم اول، علم الساعة ہے قیامت کی آمد کے متعلق قرآن مجید اور احادیث میں اس قدر اشارات موجود ہیں کہ ان کا حصار مشکل ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قیامت کے متعلق پورا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا لیکن آپ اس کو تمام ظاہر کرنے پر مامور نہ تھے لیکن جو واقعات قیامت کے دن ظہور پذیر ہونے والے ہیں ان میں سے جتنے جتنے اس طرح آپ نے بیان فرمائے جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ یہ گویا آنکھوں دیکھے ہوئے واقعات ہیں، ہمیں ان کے تتبع سے کئی اہم امور معلوم ہوتے ہیں یعنی اگر زبان وحی ترجمان نہ ہوتی تو ہمیں کیونکر قطعی طور پر یقینی طور پر معلوم ہو سکتا کہ اختتام دنیا کے بعد ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس کو قیامت کہتے ہیں اور اس میں ہر ایک کے سامنے اس کے اچھے بُرے اعمال آجائیں گے اور ان پر جزا و سزا مرتب ہوگی۔ وقوع قیامت کا علم ہی خود ایک ایسا غیب ہے جس پر اعلام الہی کے بغیر مطلع ہونا ممکن نہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم دیا گیا اور حضور علیہ التحیات والتسلیمات نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اس کا اجمالی خاکہ اس طرح کھینچا

جس کو سمجھنے سے ہر مومن کے ذہن میں قیامت کا دھندلا سا نقشہ آجاتا ہے، مثلاً وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ سے کہ وَتَنْهَدُ الْجَنُودُ بِنَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (سورہ یسین) اس رکوع میں نفع صور احوال موتی حشر و نشر جنیتوں اور ذرخیوں کے حالات بیان ہوئے ہیں کیا یہ علم الساعة ہے نہیں۔

لا اقصہ بیوم القیامہ سے ولولتی معاذیرہ تک جو آیات بیان ہوئی ان میں قیامت کی حقیقت کا ذکر ہے اور بعض واقعات کی اجمالی صورت بیان ہوئی ہے بعینہ اسی طرح قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر مختلف واقعات مذکور ہوئے ہیں جن کو اگر ترتیب دیا جائے تو قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

سورہ زلزال قارعہ اور بعض سورتوں میں کئی آیات اس امر پر شہادت دے رہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم الساعة بطلے الہی حاصل تھا جس کی مدد سے آپ نے بعض وہ سوال و جواب جو خالق و مخلوق کے درمیان ہونگے بھی ظاہر فرمادیے، قرآن مجید جلال الہی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مخلوق سے مخاطب ہو کر پوچھے گا کہ لیسَ السَّاعَةِ الْيَوْمِ اور کسی سے کچھ جواب نہ پا کر خود کہے گا۔ يٰۤاَيُّهَا الْوَحِيدُ الْفَقَارُ نَبِزُ مَجْرَمٍ سَمِعَ كَسَا هٰذَا جَهَنَّمَ الْيَتِي كُنْتُ بِهٖ تَكْذِبُونَ اصلوہا اليوم بما كنتم تكفرون نیز کافر بنی گت بنتی دیکھ کر کہے گا۔ يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تَرَابًا اور خدا کے نیک بندوں کو حکم ہوگا، فادخلی فی عبادی وادخلی الجنۃ وغیرہ وغیرہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ اتی وابی، باوجود جلالت کے بعض امور کے گمان پر مامور تھے، اور بعض کے اظہار پر مامور تھے، بعض اسرار الہیہ خواص کو بتائے گئے اور عوام سے چھپائے گئے اور بعض اسرار سر مہر رکھ دیئے گئے کہ جو ان کے اہل ہوں، وہ معلوم کر لیں، اور نا اہل کی چشم سے پوشیدہ ہی رہیں، مثال کے طور پر قرآن مجید میں حروف مقطعات، کوہی سے لو، ان کے مطالب سے راسخون فی العلم آگاہ ہیں اور دوسرے ان رموز سے واقف نہیں، مبلغ ما اَنْزَلَ الْبَلَدَ کا حکم احکام شریعت اور دین کے متعلق ہے، ان کی تبلیغ میں آپ نے ذر بذر کوتاہی نہیں کی لیکن اسرار الہیہ صرف انہی لوگوں کو بتائے گئے جو اس کے اہل تھے اور وہ

بھی ان کے کتمان پر مامور تھے مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو قسم کے علوم حاصل ہوئے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کردی اور دوسرے وہ کہ میں بتاؤں تو تم میرا گلا ہی کاٹ ڈالو۔

شرح مقاصد جلد ثانی صفحہ ۲۵۰ پر مرقوم ہے ان الغیب هیئنا لیس علی العموم بل مطلق ومعین هو وقت و وقوع القیامت بقربینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعد الرسول من المملکۃ والبشر اس سے ظاہر ہے کہ علم قیامت کی اطلاع کی محال نہیں نہایت میں اس کی تعلیم ہی کا انکار ہے بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان پہلی حدیث میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیام قیامت کا وقت دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر ایا حجت نے ما المسئول عنہا علم من السائل فرمایا اور یہی آیت جو جانب مخالف نے نقل کی ہے "تلاوت فرمائی" شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں تحریر فرمایا ہے "مراد ان است کہ بے تعلیم الہی بحساب آنہار انداند از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں رانداند مگر آنکہ دے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام براند۔"

علامہ ابراہیم بابوری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدہ میں فرماتے ہیں: لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بہذا الامور الخمسة اور کتاب الابریزہ میں ہے: قلت للشیخ رضی اللہ عنہ فان علماء الظاہ من المحدثین وغیرہم اختلفوا فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل کان یعلم الخمس المذکورات فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعة — الایہ، فقال کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اهل التصرف من ائمتہ الشریقۃ لا یکن بالتصرف الا بعد فتنہ ہذہ الخمس، یعنی میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز ناف رحمۃ اللہ علیہ سے ۶ من کیا کہ علمائے ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا جن کے بارے میں آیت ان اللہ عندہ علم الساعة وارد ہوئی، تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ان پانچوں کا علم حضور پر کیسے محفی رہ سکتا

ہے، جبکہ ایک صاحب تصرف امتی کے لئے ان پانچ چیزوں کے علم کے بغیر تصرف ممکن نہیں حق یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا۔

مشکوٰۃ شریف میں ترمذی کی ایک طویل حدیث نو اس بن سمعان سے علم نزول باراں منقول ہے جس میں یہ الفاظ مروی ہیں ثم یرسل اللہ مطرا و لا یکن منہ بیت بدرو ولا وبر۔

فتنہ یا جوج و ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینیہ بھیجے گا جس سے کوئی مکان خالی نہ رہے گا کتاب تذکرہ ص ۴۳ پر باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس عبد اللہ بن عمر کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں ثم یرسل اللہ مطرا کانه انطل فیہ نبت منہ اجساد الناس اس سے معلوم ہے کہ تمام آدمیوں کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مینیہ بھیجے گا گویا کہ وہ شبنم ہے پس اس مینیہ کے اشر سے آدمیوں کے جسم اگیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت یہ علم آپ کے خدام کو بھی حاصل ہے چنانچہ تفسیر المس الیابان میں اسی آیت شریفہ کے تحت میں لکھا ہے ولاکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول یسطر السماء غدا اولیاء فی سطر کما قال ترجمہ لیکن میں نے بہت سے اولیاء کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ کل دن کو یارات مینیہ بر سے گا، پس جیسا انہوں نے کہا ہوتا ہے، مینیہ بر ستا ہے۔

علم مافی الارحام خدائے تبارک و تعالیٰ کے اعلام سے خدا کے کئی بندوں کو مافی الارحام بلکہ اس سے بھی پہلے بیٹا یا بیٹی پیدا ہونے کی خبر حاصل ہو گئی بھرت علیٰ علیہ، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے ماں باپ کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہمیں بیٹا عنایت کرے گا۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام مہدیؑ کی پیدائش کا ذکر آپ کی پیدائش سے سالہا سال پہلے فرمادیا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کی پیدائش کی خبر دے

دی تھی جیسا کہ حدیث تلا فاطمة انشاء اللہ غلاما یکون فی حجرک کے ضمن میں صفحہ گذشتہ میں ذکر ہوا ہے۔ تفسیر السلبان ص ۴۸ میں تحت آیت مذکورہ یعلم ما فی الاحرام کے ضمن میں لکھا ہے، "وسمعت ایضاً من بعض الاولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثی وروایت بعینی ما اخبر یعنی میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے ما فی الرحم کی خبر دی کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی" اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ انہوں نے جیسی خبر دی تھی ویسا ہی وقوع میں آیا" بستان المؤمنین میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں "نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر از فرزند فی السنت کشیدہ خاطر بہ حضور شیخ رسید، شیخ فرمود از پشت تو فرزند سے خواہد برآمد کہ بعلوم خود دنیا را پر کن" یعنی شیخ ابن حجر عقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی ایک دن افرودہ دلی میں اپنے شیخ کے حضور پہنچے، شیخ نے فرمایا، تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جس کے علم سے دنیا بھر جانے گی (چنانچہ علامہ ابن حجر پیدا ہوئے)

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خازن میں حضرت ابوالحسن کی پیدائش کی اطلاع ان کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہی اپنے مریدوں کو دے دی اور ان کی صورت و سیرت، تاریخ ولادت اور نام وغیرہ کے متعلق پوری خبر دی، یہ واقعہ شہری شریف مولینا روم میں اس طرح مرقوم ہے۔

آن شنیدی داستان بایزید
روزے آن سلطان تقویٰ میگشت
گفت زین سو بوسے یارے رسد
بعد چندیں سالے زاید شہرے
رویش از گلزار حق گلگون بود
چسیت آتش؟ گفت نامش ابوالحسن
خدا و درنگ او و شکل او
علیہ بسے روح او را ہم نمود

کو ز حالے ابوالحسن پیش چہ دید
با مریدان جانب صبرا و دست
کاندیریں دہ شہر یارے رسد
می زند بر آسمانها حسد گے
از من او اندر مقام افروز بود
علیہ اش و گفت زابر و زاد فن
یک بیک و گفت از گیسو ورد
از صفات و از طریق و باسے نمود

یعنی حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز ایک دن جنگل کی طرف اپنے مریدوں کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کہ خازن کے نزدیک پہنچے اور اپنے مریدوں سے فرمانے لگے کہ مجھے اس جگہ سے ایک بلند مرتبہ عاشق الہی کی خوشبو آتی ہے جو چند سال کے بعد پیدا ہوں گے اور (بلندی منزلت کا) خیمہ آسمان پر گاریں گے، ان کا چہرہ گلزار حق سے سرخ ہوگا، اور فقر میں ان کا درجہ مجھ سے بلند ہوگا۔ مریدوں نے ان کا نام پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ ابوالحسن۔ پھر ان کا رنگ دھنگ، شکل و شبہت اور حلیہ بیان فرمایا، یہ بھی بیان فرمایا کہ ان کے اوصاف کیا ہونگے، طریقہ کیا ہوگا اور ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ پھر بھوبھو اسی طرح واقعہ ہوا جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا۔

قطب عالم حضرت مولینا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ قصوری نے اپنی کتاب تحفہ رسولیہ میں اپنے صاحبزادہ عبدالرسول کی پیدائش کی خبر پیدا ہونے سے دو سال پہلے ہی دے دی پھر ان کا نام رکھا اور وصیت تحریر فرمائی، ملاحظہ ہوں یہ دو شعر۔ (اصل کتاب تحفہ رسولیہ مکتبہ نبویہ لاہور میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

ایک ہنوزی تو بہکم عدم
زود بہ گلزار جہنم نہ قدم
بہ کہ ہم نام تو عبد الرسول
باد بدرگاہ رسالت قبول!

قبلہ عالم قصوری دائم المحصوری نے صاحبزادہ صاحب سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرمادیا کہ شک کہ کہ خدائے تعالیٰ نے تجھے مسجد دی ہے، بازار یا دارہ نہیں دیا، عالم بنایا ہے جاہل نہیں بنایا، تندرست پیدا کیا ہے، اپارہج نہیں کیا۔ اس کے بعد مفصل وصیت فرمائی کہ یوں کرنا اور یوں نہ کرنا۔

کل کی خبر (آمدہ کی خبر) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، وَ اَنْتَ کُلُّ جِیْمَا تَاکُلُوْنَ وَ مَا تَذْخِرُوْنَ فِیْ بُیُوتِکُمْ، یعنی جو کچھ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں بچا کر رکھتے ہو میں اس کی خبر دیتا ہوں، وہ لوگ کل کے لئے کھانا بچا کر رکھتے تھے، اس کے لئے آپ نے فرمایا۔ وَ اَنْتَ کُلُّکُمْ اَرْحُ۔

نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو فرمایا تھا کہ جو کھانا تمہیں دیا جائے گا اس

کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی خبر دے دوں گا۔ کما فی قولہ تعالیٰ قَالَ لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُزْزِقْنِيهِ إِلَّا نَبَأُكُمَا بِنَا وَإِلَيْهِ قَبْلُ ان يَأْتِيَكُمَا ذَاكُمَا سُبَّانًا عَلْتَمَنِي رِبِّي۔
نیز حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے ہی موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ مہر نہ کر سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا، اَلْحَرُّ اَقْلَلَ لَكَ اِنَّكَ كُنْتَ تَسْتَطِيعُ صَبْرًا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرما دیا تھا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا جو اپنے موقع پر آپ کے فرمان کے مطابق آیا، اسی طرح لوط علیہ السلام کو ملا کہ کی وساطت سے معلوم ہو گیا تھا کہ صبح اس قوم پر عذاب نازل ہوگا، دیکھو آیت قرآنی قَالَ لَوَايَا لُوطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ سے لے کر وَامْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَابًا مِّنْ سَجَابِلٍ دُورًا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کسی پشتوں تک پہلے ہی مافی الامحاکم کی خبر فرمادی، قَالَ لَا تَزِرُ وَفَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ اِنَّكَ اَنْتَ تَزِرْهُمْ وَلَا يَلِدُ وَاِلَّا فَاجِرًا كَفًا یعنی آپ نے کفار کی پشتوں اور رحموں میں نظر فرما کر کہہ دیا کہ ان لوگوں کی اولاد بھی کافر اور فاجر ہوگی۔

ازم آیت سے ثابت ہو گیا کہ واقعات آئندہ کی خبر کا بہ تعلیم الہی حاصل ہونا درست ہے لیکن اگر منکرین لفظ عذاب پر اصرار رکھیں تو ان کی تسلی کے لئے ہم ان کی توجہ حدیث لا عطين هذه الراية غدا رجل يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله و يحبه الله ورسوله کی طرف مبذول کرتے ہیں جس کا مفصل بیان گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ نیز واقعہ لوط علیہ السلام میں آیت کے لفظ اليس الصبح بقريب پر غور کا مشورہ دیتے ہیں۔

یہاں ہم منکرین کے ایک شبہ کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، وہ یہ کہ ایک دفعہ کچھ لوگیاں آپ کے سامنے اپنے آباء مقتولین یوم یقات کامرثیہ گاتی تھیں اور اس میں انہوں نے یہ مصرعہ بھی گایا۔

وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ یعنی ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی آئندہ بات جانتا ہے

مصرع سن کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قول کو چھوڑو، اور یہ کہہ رہی ہو کہے جاوے منکرین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس میں حضور کے علم غیب کی نفی ہے اس کا جواب ہم مزافۃ المفاتیح سے نقل کرتے ہیں وَالْمَانِعُ الْقَائِلَةُ بقولہا وفینا لہی الخ لکداهۃ نسبة علم الغیب الیہ لایستلزم لایعلم الغیب الا الله واتما یعلم الرسول من الغیب ما علمہ او لکداهۃ ان یشکر فی اثناء ضرب الذات وانشاء مرثیۃ المقتل لعلو منصبہ عن ذالک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو اس واسطے منع کیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر دی تھی ورنہ خالی کہ آپ یہ چیز بذاتہ نہیں بلکہ یہ تعلیم الہی جانتے ہیں یا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وف کے ساتھ اپنے ذکر کو نامناسب سمجھا، یا مقتولین کے مرثیہ میں اپنے ذکر کو پسند نہ فرمایا کیونکہ یہ امر ان کے علو مرتبت کے خلاف تھا اور حقیقت بھی یہ ہے۔ ان حالات میں جن میں آپ کی شنا کی گئی تھی یہ بات روا نہ تھی کیونکہ اس میں سوء ادب کا پہلو غالب ہے۔ اس لئے آپ نے منع فرمایا لیکن آپ نے شاعر اور شعر کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اشعۃ اللمعات میں اس کے متعلق یوں مرقوم ہے ”گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازین قول بحمت آن است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت پس آنحضرت رانا خوش آمد و بعضے گویند کہ بحمت آنست کہ ذکر شریف دے در اثنائے لہو مناسب نہ باشد“ یعنی شاعرین نے کہا کہ آپ کا منع فرمانا اس لئے ہے کہ علم غیب کی نسبت آپ کی ذات کی طرف تھی جو آپ کو پسند نہ آئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر لہو و لعب میں مناسب نہیں کیونکہ لڑکیاں ایک نکاح کے سلسلے میں دف کے ساتھ گاجا رہی تھیں اور اثنائے مصرع زیر بحث بھی گایا گیا ہم اپنی اس تحقیق کے ثبوت میں حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھئے اور آپ نے سن کر منع نہ فرمایا۔

نبی یرحمی ملا یری الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد

فان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصد یقہا فی ضحوة الیوم او غدا

اس طرح منکرین نے ایک حدیث اور نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو دیوار کے

پیچھے کا بھی علم نہیں، اس کے آگے جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، ”این سخن اصلے ندارد و روایت بدان صحیح نشده است“ اس عبارت کو صاف ہضم کر گئے، مگر آپ کا علم غیب ثابت ہی نہ ہو، ایسا ہی ان کے اور ہم خیالوں نے بھی کیا ہے، یہ خیانت اور تحریف ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیدہ دانستہ نقیص ہے۔

موت کے وقت اور مقام کا علم کب مر لگا اور کہاں مر لگا، جنگ بدر میں آپؐ اور یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی جبکہ آپ کے لشکر کے پاس بے سروسامانی کے علاوہ کوئی ظاہری سامان جنگ نہ تھا، لیکن فریق مقابل بڑے ساز و سامان سے مقابلے پر تھا، ایسی حالت میں یہ پیشین گوئی عجیب ہی قسم کی تھی مگر ایسا ہی ہوا، جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا، اور جس کے متعلق جہاں قتل ہونا آپ نے فرمایا تھا وہیں اس کی لاش پائی گئی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے فرمایا، کہ شاید آئندہ سال تم مجھے نہ پاسکو گے، مشکوٰۃ شریف میں ہے، عن معاذ بن جبل قال لما بعثته رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن خرج معہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یو صیۃ ومعاذ راكب و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمشی تحت راحلۃ فلما فرغ قال یا معاذ ائتہ عسہ ان لالتقانی بعد عامہ اھذا اولہ الی ان تمس مسجدی ہذا وقبری فبکی معاذ جشعاً لفراق الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ اے معاذ شاید کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید تمہارا گھر میری اس مسجد اور قبر پر ہو، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلمہ جاب گداز سن کر فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال سے رو پڑے، ملخصاً

مرض الموت سے کچھ دن پہلے آپؐ نے فرمایا، کہ خدا نے اپنے بندہ کو دنیا و آخرت کی زندگی کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کی زندگی پسند کی۔

ان بات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنی وفات اور مقام دفن کی خبر

پہلے ہی دے دی تھی۔
حضرت ام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامعہ سنغریہ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں، و ہذا۔
”یقیناً ابن مریم الذی جال باب لک۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جال کو باب لہ پر قتل کریں گے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کان میں فرمایا کہ میں اسی بیماری میں دنیا سے رحلت کر دوں گا اور میری اہل بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی، اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپؐ نے اسی مرض میں وقت پائی، اور آپؐ کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اتر دارج مطہرات کو فرمایا، کہ تم سب میں سے پہلے وہ آکر مجھ سے ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے، اگے مجھ سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو سب کو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد کشادہ دستی اور فیاضی تھی، اور اس صفت سے حضرت زینبؓ نسبتاً سب سے زیادہ متصف تھیں، اب ان متعدد امثلاً مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان خاص پانچ باتوں کا علم بھی بے طائے الہی حاصل تھا جو خاص اس سے مخصوص ہیں، اب ان حقائق کی موجودگی میں کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے کہ خاص ان پانچ قسم کے غیوب کا علم خدا تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا ایسا تسلیم کرنے سے آیت ان اللہ عنہ علم الساعة اور ان متعدد احادیث میں تضاد نظر آتا ہے، اور حقیقت یہ ہے تضاد ہے نہیں، پھر ان میں مطابقت کا یہی طریقہ ہے کہ آپؐ سے ذاتی علم کی نفی کی جائے اور عطائی علم غیب آپؐ کے لئے تسلیم کیا جائے کیونکہ ایسا نہ کرنے سے کفر لازم آئے گا اور تسلیم کرنا کچھ غلط بھی نہیں، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضورؐ کے زمانہ بعثت کی ابتدائی حالت سے انتہائی حالت ہر لحاظ سے بہتر تھی، اور قرآن مجید میں ہے والآخرۃ خیر لك من الاولی یعنی آپؐ کی آخری حالت پہلی حالت سے (یقیناً) بہتر

۷۔ نیز آخر میں اس پر اُتسنت علیکم نعمتی کا فتویٰ بھی لگ گیا، ہمارے خیال میں نعمت سے ہر وہ چیز مراد ہے جس پر نعمت کا اطلاق ہو سکتا ہے اور یقیناً علم بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جس کو نعمت کہا جائے، اسی لئے آپ نے خدا سے ربت زدنی علماً کہہ کر یہ ادنیٰ علم کی دُعا مانگی، تو کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ آپ کی یہ دُعا قبول نہیں اور خدا نے اس نعمت کو اب تمام نہیں کیا؟ ہم تو سرگزا لیا خیال نہیں کر سکتے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ یقیناً آپ کی دُعا مستجاب ہوئی، اور خدا نے اس نعمت کو بھی آپ پر تمام کیا، اور یہ ایسی حالت میں ممکن ہے، جبکہ آپ کے لئے علم، ماکان و ماہو بکائن تسلیم کر لیا جائے، کیونکہ آپ کیلئے ایسی نعمت کا ثبوت محالات میں سے نہیں، جب نہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے تو اس سے صرف نوع بشر مراد نہیں لیتے بلکہ مخلوقات سے ہماری مراد غائی، آبی، نوری، ناری اور وہ تمام مخلوقات ہے جو عالم وجود میں موجود ہے، اگرچہ وہ ہلکے علم میں موجود نہ ہو یہی وجہ تھی کہ آپ جاد مثلاً (سنگریزے) نباتات مثلاً (ستون خانہ) ملائم اور اجنبی کی باتیں سمجھتے تھے، اور یہ تو مسلم ہے کہ مخلوقات کا مجموعی علم ہمارے احاطہ فہم سے باہر ہے، لیکن اس مقتدر اور اعلم ہستی کے احاطہ فہم سے باہر نہیں، جس کے حق میں آیات اَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ كَاوْحٰی اِلٰی عَبْدِهِ مَا وَاوْحٰی اَوْر اَنَا اَعْطَيْتَكَ الْكُوثَرَ اَتَرٰی تَبٰی جس کے خصائص میں جو اَمَحْ الکلم کا عطا کیا جانا ہے اور یہ بات ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ آپ نے اپنا بلخ خطبہ ارشاد فرمایا اور

يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا عَلِمْتُ لَضَحَكُمْ قَلِيْلًا وَلِبَكِيْتُمْ كَثِيْرًا پھر علوم الہیہ میں سے یہ سب کچھ آپ کو عطا ہوا، کیا تھا؟ خدا کے علم کا بعض اور قلیل حصہ، چونکہ ہم خدائی علوم کا اندازہ بالکل نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے اس کے علم کا بعض کا اندازہ بھی محال ہے، محیط بیکراں کا بعض اور ہے اور پانی کے ایک گھرے کا بعض اور ہے، جو چیز ہمارے قیاس و وہم سے برتر ہے اُسے اپنے قیاس سے ناپنا کیونکر سمجھ ہو سکتا ہے، حاشا وکلا۔ ہمارے عجز و فہم کا اعتراف تو یہ ہے۔ ۷۔

بعد از خدا بندگ توئی قصہ مختصر

وما علّمناہ الشعر وما ينبتی لہ ان هو الا ذلک وقرآن
تبيين اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی

علم شعر

شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

یہاں علم شعر سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ اچھے اور بُرے شعر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ آپ شعر نہ کہتے تھے، نہ آپ شاعر تھے، کیونکہ شعر گوئی ایسی چیز ہے جس میں دروغ کا عنصر لازمی طور پر ہوتا ہے اور آدمی مبالغہ اور غلو سے بچ نہیں سکتا مولینا نظامی گنجوی فرماتے ہیں

در شعر پیچ و در فن او چوں اکذب دوست احسن او
اور یہ امر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثنایان شان نہیں، قرآن پاک روشن حقائق کا مرقع ہے شعر گوئی کو ان سے کیا نسبت۔

آپ کے کلام مبارک میں عروض کی باندی نہ تھی، لیکن شعریت اس پر شمار تھی۔ آپ افصح العرب تھے۔ فصاحت و بلاغت اور حسن تاثیر سے آپ کا کلام آناستہ ہوتا تھا الشعراء ہم الغادون کے ماتحت آپ کو شعر گوئی کا ملکہ بدو فطرت سے عطا نہیں ہوا تھا مگر شعر فہمی کی آپ میں مکمل استعداد تھی، عرب کو جس اخلاق سوز شاعری پر ناز تھا وہ فطرت انسانی کے لئے زہر قاتل تھی۔ اس سے اجتناب ضروری تھا، جس طرح بُرائی کا علم اس سے احتراز کرنے کے لئے ہونا ضروری ہے اسی طرح شاعری (جو اس زمانے میں فحاشی کے مترادف تھی) سے احتراز فرمانے کے لئے آپ کو علم عطا کیا گیا۔

شاعری نثر کے مقابلے میں غیر فطری کلام ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ چیز کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی، نہ کوئی صحیفہ ایسا اتارا ہے جس کے مضامین اشعار میں ہوں، پس غیر شاعر خدا کے پیغمبر شاعر کیونکر ہو سکتے تھے۔

علاوہ انہی علم الشعر کا تعلق امور غیبیہ سے نہیں، اس کی تعلیم زید و بکر سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس آیت اور اس مسئلہ کو نفی علم غیب کے ثبوت میں پیش کرنا دہائیہ کی جہالت اور ضلالت پر دال ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا أَتَاكَ
عَلَامُ الْغَيْبِ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ مرسلین علیہم السلام کو جمع کرے گا اور انہیں کہے گا
کہ تمہیں کیا جواب ملا وہ کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں تحقیق تو سب غیبوں کا جاننے والا ہے
مفسرین نے اس بارے میں لکھا ہے کہ پیغمبروں کا لا علم ملنا کہنا بمقابلہ ذات الہی کے
ہے۔ وہ اپنی ذات کے علم کی نفی کر رہے ہیں کیونکہ ان کا علم علم الہی کے ساتھ ساقط ہے
تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ قول ادب کی بنا پر ہے کیونکہ جب انبیاء نے معلوم کر لیا کہ اللہ
تعالیٰ علیم ہے اور حلیم ہے، بے علم اور سفینہ نہیں، وہ عادل ہے، ظالم نہیں۔ تو انہیں
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی بات حصولِ خیر یا رفعِ شر کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، پس وہ
سمجھ گئے کہ ادب خاموشی، اعترافِ عدمِ علم اور معاملہ کو خدا اور اس کے عدل کے سپرد
کر دیتے ہیں ہے، اس لئے انہوں نے لا علم لنا کہہ دیا۔

روح البیان میں ہے کہ یہ جواب قیامت کے دن بعض مواقع پر ہوگا بعد ازاں
وہ تبلیغ رسالت میں اپنی امتوں پر گواہی دیں گے۔ ملاحظہ ہو روح البیان کی اصل عبارت۔
ان هذا الجواب يكون في بعض المواطن القیامت وترجع عقولهم اليهم
فيشهدون على قومهم انهم بلغوا الرسالة وان قومهم كيف سدا عليهم۔

روح سے بے خبری
وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي
وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (لوگ آپ سے روح
کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ روح امر رب میں سے ہے اور آپ کو بہت تھوڑا
علم دیا گیا ہے۔

معلوم نہیں کہ منکرین یہ آیت نفی علم غیب کے ثبوت میں کیوں پیش کرتے ہیں اور اس
میں انہیں نفی علم کی کوئی دلیل نظر آتی ہے۔ اس میں تو صرف روح کے متعلق سوال کے نیاووں
کے متعلق کہا گیا ہے کہ تمہیں بہت تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے، نیز ان کے حالات کی مناسبت
کے پیش نظر ارشاد ہوا کہ انہیں کہہ دو کہ روح امر ربی میں سے ہے، بھلا اس میں یہ کیونکر ثابت
ہو گیا کہ حضور مرورِ عالم علیہ التحیات والتسلیمات کو بھی روح کا علم عطا نہیں کیا گیا تھا۔

بلکہ اس سے تو یہ متنبہ ہوتا ہے کہ آپ کو روح کا علم دیا گیا تھا جس کا اظہار آپ میں
امر ربی فرما کر کر رہے ہیں یعنی یہ الفاظ روح کے متعلق جملہ علوم کا خلاصہ ہیں، روح کے
متعلق سوال کے نیاوے لوگ اس کی تشریح کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے انہیں
مختصر جواب دینا ہی حکمت پر مبنی تھا نیز سائلین کی معلومات کے مطابق روح کی خبر نہ
دینا ہی علامتِ نبوت تھی۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ عالم کئی ہیں۔ یعنی عالم عناصر، عالم
ارواح، عالم امر، عالم امکان وغیرہ، پس روح عالم امر کی ایک چیز ہے جس کی حقیقت کا
جاننا عالم عناصر والوں کے لئے محال ہے تو یہ بات بتا دینا کہ روح عالم امر میں سے ہے،
کیا روح کے متعلق علم پر دال ہے یا عدمِ علم پر۔

فرض کرو کہ کوئی آدمی کسی اجنبی کے متعلق ہم سے (جسے ہم بخوبی جانتے ہیں) پوچھتا
ہے، یہ صاحب کون ہیں؟ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ صاحب فلاں جگہ کے رہنے والے ہیں
اور ہمارے دوستوں میں سے ہیں، اس سے ہی ہلکا مخاطب ملے گا جو جاتا ہے۔ اب ہمیں
کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس اجنبی کی مکمل سہری بیان کریں اور کہہ وہ مرسلین کا تو
سوال ہی یہ ہے کہ مخاطب لوگوں کی عقول کے مطابق گفتگو کریں جس سے انہیں اطمینان حاصل
ہو، نہ کہ ایسی گفتگو کریں جس کو سمجھنے میں ان کے افہام ہی قاصر رہوں۔ حضرت شیخ عبدالحی صاحب
دہلوی "مدارج النیوت" میں رقم طراز ہیں۔

"چرگو نہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین
کند و دادہ است اور اتحق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ برائے او فتح
مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے
قطرہ ایست از دریا، و ذرہ ایست از صحرا۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات العلوم میں تحریر فرمایا ہے وَلَا تَطْنُ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمْ
يَكُنْ مَكشُوفًا لِرَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ مَنْ كَمْ يَعْرِفُ نَفْسَهُ فَكَيْفَ يَعْرِفُ اللَّهَ
سبحانہ وَلَا يَبْعَدُ انْ يَكُونَ ذَٰلِكَ مَكشُوفًا لِبَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ۔

عِلْمُ السَّاعَةِ كَيْسَلُوكَ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ لَوْكَ
تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اس کا
علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے کہ اس سوال کا وقت تک آپ کو جملہ منہیات اور علوم الساعت
کے متعلق پوری طرح مطلع نہیں فرمایا تھا لیکن جب آپ اس دنیا سے تشریف فرما ہوئے تو
آپ ان سے مطلع ہو چکے تھے۔ اس آیت سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کی
آپ کو علم نہ تھا، صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم ساعت کو خدا کی طرف منسوب کرنے کی
ہدایت ہوئی ہے یعنی اللہ کو مینظور ہے کہ آپ اپنے مخاطبین کے سامنے علوم ساعت کا
اظہار فرائیں نبوت میں سے نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصِصْ عَلَيْكَ، یعنی ہم
آپ پر بعض پیغمبروں کے قصے بیان کئے اور ان میں سے بعض کے نہیں کئے، قرآن مجید
میں ہے لَمْ نَقْصِصْ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْتَبِهُ بِهٖ فَوَادِكْ، یعنی ہم تمہیں سب
کچھ رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے آپ کا دل ٹھیرا لیں، حضرت ملا علی قاری مرقات
میں فرماتے ہیں کہ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصِصْ عَلَيْكَ میں نفی علم
تفصیلی کی ہے، اور اثبات علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر کی ہے اور ثبوت وحی خفی کا
ہے اسی وجہ سے ہے کہ آپ سے پیغمبروں کی تعداد اور ان میں سے مرسلین کی تعداد بیان
فرمادی، جملہ انبیاء آپ سے ہی تھے اور بیت المقدس میں شب معراج آپ کے مقتدی بنے
اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو یہ علم حاصل نہ ہوا ہو۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی
کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ عالم حقیقی رسول اللہ میں اور انبیاء باقی اور اولیاء اللہ
بالعرض ہیں کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی ذات جو ہر ہے جو دوسرے انبیاء اور اولیاء
کے علوم کا سرچشمہ ہے پھر کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کو دوسرے انبیاء کا علم نہ دیا گیا ہو، اگر
تمام انبیاء کا حال قرآن مجید میں صراحتہ بیان نہیں کیا گیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی خفی
سے بھی آپ پر روشن نہ ہوا ہو۔

مُنْكَرِينَ عِلْمِ غَيْبِ كَ شَبَهَات اب ہم ذیل میں منکرین کے چند شبہات
پیش کرتے ہیں جن کی بنا پر وہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کے علم غیب کی نفی پر استدلال کرتے ہیں اور اہل فکر کے لئے اپنی جہالت
کا ثبوت لاتے ہیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض علم غیب حاصل ہے، ایسا بعض تو ہمیں بھی حاصل ہے
جواب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے اپنے علم کا موازنہ نہ کرنا فقہان دین و دانش
کا ثبوت ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بعض بمقابلہ علم الہی ہے جو ہمارے لئے لائق تباہی ہے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم اگرچہ متناہی ہے مگر ہمارے علوم کے پیش نظر غیر محدود ہے
کیونکہ وہ جملہ مخلوقات کے مجموعی علم سے زائد ہے ہم اپنے حواس ظاہری اور باطنی سے اس کا
مطلقاً احاطہ نہیں کر سکتے جو آدمی حضور کے حق میں ایسے گستاخانہ کلمات اور شبہات پیش
کرتے ہیں وہ درحقیقت اپنی بے حیائی کا دم بھرتے ہیں۔

(۲) جن چیزوں کا آپ کو علم ہو گیا وہ غیب نہ رہیں لہذا آپ کے لئے علم غیب بربطائے
الہی ماننا بھی جائز نہیں۔

جواب: ایسا عقیدہ رکھنے سے تو حق تبارک و تعالیٰ بھی غیب دان نہ رہے گا کیونکہ اس
کے احاطہ علم سے کوئی شے باہر نہیں، کما قولہ تعالیٰ، لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي
الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ایسی صورت میں خدا تعالیٰ
کو عالم غیب کیونکہ کہا جاسکتا ہے حالانکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے، عَالَمُ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ صَافٍ ظَاهِرٌ ہے غیب سے مراد وہ امور مراد ہیں جو مخلوقات پر مخفی ہیں
ورنہ خدا کے لئے تو کوئی بات مخفی نہیں اور حضور کے علم غیب سے وہ امور عبارت
ہیں جو آپ پر ظاہر اور دیگر مخلوقات پر مخفی ہیں اور آپ کو بہ تعلیم الہی حاصل ہوئے
ہیں جیسے احوال قیامت اور جنت و دوزخ وغیرہ جن پر ہمارا ایمان بالغیب ہے۔

(۳) منافقوں نے حضرت امام المؤمنین عائشہؓ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی اگر آپ کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ بتا دیتے کہ میری بیوی اس الزام سے بری ہے۔
جواب: اس معاملہ میں کچھ برکت تک آپ کی نموشی نفی علم غیب پر دال نہیں بلکہ صد ہا اسرار حکم پر مبنی تھی جس کے نتیجے میں ان کی برکت میں اٹھارہ آیات نازل ہوئیں جنہیں نازی نازوں میں پڑھتے اور صدیقیہ کی شانِ عفت میں گیت گاتے ہیں دوسرے الفاظ میں منافقین اور منکرین کی چھاتی پر ہر روز مونگ دلتے ہیں۔ اگر نزول وحی سے پہلے آپ ان کی صفائی میں کچھ کہتے تو منافقین کو قیامت آتشِ حد و بغض میں جلانے کا سامان پیدا نہ ہوتا اور آپ کی پریشانی کسی بدظنی کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ منافقوں کی افتراء پر داندی کی وجہ سے تھی، ورنہ آپ پر روشن تھا کہ آخر کار صدیقیہ کی صفائی اور دشمنوں کی رسوائی ہوگی۔ اس لئے آپ نے سکوت فرمایا۔

(۴) امام المنکرین خلیل احمد انبیشوی نے بلا میں قاطعہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔

جواب: حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی نقل کے بعد فقہ و اصل لہ جس کو جناب ناقل بالکل ہضم کر گئے۔ ایسی خیانت اور بددیانتی ہے خدا کی پناہ اسی طرح اس گروہ کے حوالہ کی نقل میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں تاکہ عوام کو گمراہ کرنے میں آسانی ہو مثلاً مولوی حسین علی دان پھرائی نے رسالہ غیب دانی میں آیت سورہ جن کی نقل میں یوں خیانت کی کہ لا یرکب علی غیبہ سے نفی غیب کو ثابت کر لیا اور اس کے دوسرے جز کو الامن ارتضیٰ من رسول کو صاف ہضم کر لئے اسی طرح دیگر منکرین نے بھی نقل عبارت اور ترجمہ میں اپنے وہابی دہرم کے ثبوت میں سخت بددیانتی سے کام لیا ہے جو ان کی باطل پرستی کا بین ثبوت ہے۔

(۵) حدیث میں ہے واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا یمکن یعنی میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

جواب: یہ حدیث آیت سورہ احقاف کی مائتد ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گذر چکا، یہاں ہم صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس میں علم غیب بالدرایت کی نفی ہے اور درایت عقل اور قیاس سے کسی چیز کے جاننے کو کہتے ہیں جیسا کہ رد المحتار کے ص ۹۷ میں ہے (والراجح الدرایۃ) بالرفع عطفاً عن الاشبه ای الراجح من جہت الدرایۃ ای ادراك العقل بالقیاس علی غیرہ اس طرح قیاس سے علوم غیبی کا انکشاف عقول انسانی کے اختیار میں نہیں اور اس نفی کے ہم بھی قائل ہیں یہاں علم غیب بعبائے الہی کی نفی نہیں جس پر ہمارا ایمان ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری حالت پہلی حالت سے بہتر ہے جیسا کہ نص صریح والاخرۃ خیر لک من الاولیٰ سے ثابت مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لو اگر الحمد ہمارے ماتھے میں ہوگا، آدم و آدمیاں ہمارے بھندے کے نیچے ہوں گے وغیرہ یہ بھی تو آپ اپنی ہی حالت بیان فرما رہے ہیں، پس حدیث مندرجہ عنوان کا تطابق اس حدیث سے کیونکر ہوگا۔

(۶) ایک سفر میں حضرت ام المؤمنین صدیقہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا، جس کا جگہ جگہ تلاش کی گئی اگر حضور کو علم غیب ہوتا تو آپ کو تلاش کی ضرورت ہی نہ پڑی۔

صاحب الکلمۃ العلیا ص ۱۱ میں شبہ مذکورہ کے جواب میں فرماتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے، فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً فوجدہا امام بغوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں یحتمل ان یکون فاعلاً وجدہا الذی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہار کو پانے والے بھی آپ ہی تھے، پھر جب آپ نے وہ ہار پایا اور نہ بتایا تو اس سے عدم علم کیونکر ثابت ہو گیا۔
(۷) جمیع اشیاء غیر متناہی میں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب: حضرت امام فخر الدین صاحب رازی رحمۃ اللہ علیہ آیہ واحاطہ بما لای دہ و

احصی کل شیء عددًا کے تحت میں رقمطراز ہیں، قلنا لا شک ان احصاء العدد انما يكون في المتناهي فاما اللفظة كل شیء فانها لا تدل على كونه عددًا متناهي لان الشئ عندنا هو الموجودات والموجودات متناهية في العدد، اس عبارت سے موجودات کا متناہی ہونا ثابت ہوا، پھر کوئی وجہ نہیں کہ متناہی کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیع خزانہ علوم میں نہ سما سکے۔

(۸) معراج کے بعد جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو آپ متردد ہوئے جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا، جب حضور نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔

جواب: آپ کسی سوال کے جواب میں تل اور تاتل سے کام لیتے ہیں تو یہ امر آپ کے وفار و علم پر دال ہے، عدم علم پر دال نہیں، یہ بات آپ کی عادت مبارک میں تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کفار کے سوال کے وقت جواب میں وحی الہی کا انتظار فرماتے اور جس طرح کا اشارہ پاتے اس کے مطابق گفتگو فرماتے اور خدا تعالیٰ کا آپ کے سامنے بیت المقدس کو پیش کر دینا آپ کی عظمت اور عزت کا ثبوت ہے تاکہ آپ وہ باتیں بھی بیان فرما سکیں جن کا آپ کو علم تو ہے مگر اس وقت تو جہیں نہیں، ورنہ بوقت معراج آپ کا بیت المقدس میں جانا اور انبیاء علیہم السلام کا مقتدا بننا تو مخالف ہی مانتے ہیں۔

معراج شریف کے وقت آپ کا جبرائیل علیہ السلام سے سوال کرنا کہ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے، اس امر پر دال ہے کہ بذات خود نہ جانتے تھے؟

جواب: یہ سوال سائل کی جہالت کا آئینہ دار ہے کیونکہ وہ بار بار بیان کرنے کے باوجود بھی ہمارے عقیدہ کو نہیں سمجھ سکا، ہم نے کب کہا کہ آپ بذات خود بلا تعلیم وحی علم غیب جانتے تھے، یہاں منکر حصول علم غیب میں وحی کی ضرورت کا انکار کر رہا ہے، اور انکار وہی ہے جس کو ہم نہیں مانتے ہیں پھر خواہ مخواہ اعتراض تراشی سے کیا فائدہ۔ بحر اس کے کہ کوئی بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص شان میں بل جاتے جو

الغیر منہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کو بہت سے علوم شب معراج میں حاصل ہوئے اور حصول علوم کا یہ علم ہی رقم نہیں ہو گیا بلکہ تا اختتام نزول قرآن جاری رہا، منکرین کے خیال میں ہمارے عقیدہ کے ہم علم ماکان و ما یكون آپ کے لئے یوم پیدائش ہی سے ثابت کرتے ہیں، اور ہم اس بات میں تدریج کے قائل ہیں، اس عقیدہ کے ہوتے منکرین کے کئی متعصبانہ تاویلات اور تاویلاتی مسائل سوالات خود بخود ہی باطل ہو جاتے ہیں منکرین یہاں ایسے اور کمال کی باتیں کرتے ہیں اگر وہ رکھتے ہوں تو دیکھ لیں کہ آپ علم غیب بذریعہ تعلیم الہی بوساطت وحی علیہ السلام جس کو ہم وحی کہتے ہیں حاصل کر رہے ہیں جس کا سیکرہ صفحات گذشتہ میں ذکر ہوا۔

اصل باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سائل عجیب سے دوسروں کی تعلیم کے لئے چھتا ہے اور انہیں اہل علیہ السلام نے آپ سے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا، اس سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بعض سوال کرنے کی بنا پر کسی پر عدم علم کا فتویٰ لگانا دینا اوچھاپن ہے جو اللہ کے لئے جائز نہیں۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک اپنے پاؤں سے اتار دی، یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی اپنی پاپوشیں اتار دیں، سرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فراغت نماز کے بعد صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، انہوں نے جواباً عرض کیا کہ ہم نے حضور کی تقلید میں یوں کیا، آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے، اگر حضور غیب دان ہوتے، تو کیوں نجاست والی پاپوش سے نماز پڑھتے؟

جواب: پاپوش مبارک کا بحکم وحی پاؤں سے اتارنا آپ کے تطہیف اور تطہیر کی وجہ سے تھا ورنہ جو تینوں میں ایسی نجاست نہ تھی جس کی وجہ سے نماز جائز نہ ہو، نہیں تو آپ بغلین مبارک کے اتارنے پر ہی اکتفا نہ فرماتے، بلکہ نماز کا اعادہ بھی کرتے جو آپ نے نہیں فرمایا، جبرائیل علیہ السلام کا آپ کو اس معمولی سی نجاست کی بھی خبر دینا حضور کی عظمت

اور رخصت شان کے اظہار کے لئے ہے اس سے عدم علم پر استدلال کرنا ناجہی اور سوء آداب پر دال ہے۔ حضرت شیخ عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

وقدر یفتح قاف و ذال معجمہ در اصل آنکہ مکروہ پندار دآن را طبع و ظاہر آن نجاست نبود کہ نماز با آن درست نباشد بلکہ چہرے بود مستقذر کہ طبع آن را ناخوش وارد والا نماز از سر نو میگرفت کہ بعضے نماز با آن گزارده بود و خبر دلاون خبریل علیہ السلام و بر آوردن یا از پا پوشش بحجت کمال تطہیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف و بے بود (الکلمۃ العلیا)۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر ایک جھگڑا سنا آپ نے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ میں بجز آدمی کے کچھ نہیں میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں شاید تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ خوش بیان ہو اور اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سیٹھا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں کہ پس جس کو میں مسلمان کا حق دلاؤں وہ سمجھے کہ میں اسے جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ غیب دان تو تھے ورنہ خلاف حق فیصلہ کرنے کا احتمال کیوں ظاہر کیا۔

جواب۔ اسلوب کلام کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث سے یہ متنبط ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد تنہدیر ہے تاکہ لوگ خوشش بیانی اور زور استدلال کے مقابلے میں حق کو اختیار کریں حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ فَإِنْ قَضَيْتُمْ لِحَدِيْدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَحْيَاہِ فَأَيْتَابًا أَقْطَعْ لَهُ فِطْرَةَ النَّارِ یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کا حق دوں تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے یعنی تم کسی کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو، یہاں انکار علم غیب کا سوال نہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضور سے عملاً ایسا نہیں ہوا، اگر حضور کی کوئی ایسی مثال مل جاتی جس سے ثابت ہوتا کہ آپ نے کسی کی خوشش بیانی کے فریب میں اسے دوسرے کا حق دے دیا پھر یہ احتمال درست ہوتا ایسی خلاف واقعہ بات کو جس کا وقوع

صرف امکانی ہے عملی نہیں بطور ثبوت عدم علم غیب پیش کرنا درست نہیں آپ نے جو الفاظ فرمائے وہ قضیۃ شرطیہ ہیں جو صدق مقدم کے تقضی نہیں ایک ناممکن بات کو بغرض تہدید فرض کر لیا ہے یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی نہیں کوئی فائدہ نہیں ایسا ہی شرطیہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے لکھا قولہ تعالیٰ۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلْحَلِیْلِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ یعنی آپ فرمادیں کہ اگر خدا کے ہاں بیٹا ہو تو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں یہاں یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خدا کے ہاں بیٹا ہونے کا خدا شامقا و معاذ اللہ مگر یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے چنانچہ ان میں فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت اور حدیث میں ایسا ہی ہے ورنہ حضور سے خلاف حق فیصلہ کا وقوع ممکن نہیں، لَوْضًا الْکَلِمَۃُ الْعِلَیَا مشارق — مشارق کی اصل عبارت یہ ہے، وَإِنْ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنْ قَضَيْتُمْ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ الْخِ شَرْطِیۃٌ وَهِيَ لَا تَقْضِی فِیْکُمْ مِنْ بَابِ فَرْضِ الْمَحَالِ نَظَرًا إِلَى عَدَمِ جَوَازِ قَدَرِهِ عَلَى الْخَطَاةِ وَیَجُوزُ ذَلِكَ إِذَا تَعَلَّقَ بِهِ غَرَضٌ کَمَا فِی قَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ وَالْغَرَضُ فِیْہَا نَحْنُ فِیْہِ التَّهْدِیْدُ وَالتَّفْرِیجُ عَلَى اللِّسَنِ وَالْإِقْدَامُ عَلَى تَلْحِیْنِ الْحَجِجِ فِی اخْتِذَا مَحَالِ النَّاسِ۔

آپ کو شہد بہت پسند تھا اور آپ حضرت زینب کے پاس اکثر تشریف فرما کر شہد نوش فرماتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس حضرت تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغایر کی بو آتی ہے تو آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکتبی مغایر پر بیٹھی ہوگی پس چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے اس لئے آپ شہد کا استعمال ترک کر دیں گے نتیجتاً حضرت زینب کے پاس نشست کم ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ کھاؤ گا، اس پر یہ آیت اُتری، یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لَعَنَ تَحْدِیْمُ مَا أَحْلَیَ اللَّهُ لَکَ، اگر حضرت غیب دان ہوتے تو کیوں آپ ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھا لیتے۔

جواب: یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے اعتقاداً ایسا نہیں چاہیے شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا تو بالاتفاق کافر ہے تفسیر سراج المنیر میں اسی آیت کے ضمن میں ہے بان السواد بهذا التحريم هو الامتناع من الانتفاع بالازواج لا اعتقاداً (البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے، از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھیکرانا مراد نہیں، والنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتنع الانتفاع بهما مع اعتقاد كونها حلالاً فان من اعتقده ان هذا التحريم هو تحريم ما احل الله فقد كفر فكيف يصان الى النبي صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کی حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسی ہو سکتی ہے، تبتغی اے ترید اردۃ عظمتہ من مکارم اخلاقك وحسن صحبتك مرضات ازواجك یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عظیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے ہیں اور آپ کے حسن جمال کا تقاضہ ہے جن کی بنا پر آپ نے شہد سے متعلق ہونا بند فرمایا اس میں نفی علم کہیں ثابت نہیں ہوتی فقط ایک حلال چیز سے اپنے آپ کو روکنا ہے وہ بھی حسن اخلاق کے باعث الیٰ منافق نے جس کا اتفاق اطرا من الشمس ہو چکا تھا، مرتے وقت اپنے لئے آپ کی قمیص بیک طلب کی آپ نے اوجہ اس علم کے کہ وہ منافق ہے اس کو وہ قمیص مرحمت فرمائی پس رحمۃ اللعالمین کی جانب سے یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرادیں۔

سراج المنیر میں ہے کہ تبتغی مرضات ازواجك کا خطاب بوجہ خطاب نہیں تھا کیونکہ آپ نے محض کمال نظافت و لطافت کے باعث یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ کسی قسم کی بو آپ سے متعلق کی جاسکے، ورنہ اگر اس بات میں کچھ بھی حقیقت ہو تو آپ دوسروں کی بہ نسبت مغایر کی بوزیادہ محسوس فرما سکتے تھے اور بار بار اپنی سر اعلیٰ کو یہ کہنے کی

ضرورت ہی نہ پڑتی کہ میں نے شہد کھایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے قرضہ کے سلسلہ میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے دریافت فرمایا کہ کون ہے، میں نے عرض کی کہ میں حضور سرور کائنات نے فرمایا کہ میں تو میں بھی ہوں گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا، اگر آپ غیب دان ہوتے تو کیوں دریافت کرتے کہ تم کون ہو۔ حضور کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب: اگر کسی حکمت کی بناء پر باوجود علم کے کوئی چیز دریافت کی جائے تو اس سے نفی علم کا ثبوت نہیں ملتا نہ یہ بات عدم علم پر بطور حجت پیش کی جاسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے، وما اتلك بمبینات یٰموسیٰ قال ہی عصا ہی اتوک اعلیٰھا و اھش بہا علی اغنی ولی فیھا یارب و لخری یہاں خدا کے علم کے بارے میں منکرین کا کیا خیال ہے؟

حدیث مندرجہ عنوان کو غور سے دیکھنے سے یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس سوال جواب کا حال آپ کو پہلے سے معلوم تھا یعنی آپ جانتے تھے کہ میرے سوال پر مخاطب یہ جواب دے گا (جو اس نے دیا) پھر میں اسے تعلیم دوں گا کہ کسی سوال کے جواب میں مسم جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ وضاحت سے کام لینا چاہیے جس سے سامع کی معلومات میں اضافہ ہو، اگر اس کی تسفی ہو جائے، مرسلین علیہم السلام کی عادت ہے کہ ہر بات موقع اور ضرورت کے مطابق کرتے ہیں۔ اگر یہ موقع پیش نہ آتا تو ہم ایسی مفید ہدایت سے کس طرح مستفید ہو سکتے۔

درود شریف و سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بواسطہ ملائکہ پیش ہوتا ہے۔ اگر آپ غیب دان ہوتے تو فرشتوں کے ذریعے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: آپ کے حضور میں پیش ہو کر فرشتوں کا اعمال امت پیش کرنا آپ کی رفعت و عظمت شان کے باعث ہے۔ عدم کے باعث نہیں۔ ملائکہ خدا کے حضور بھی

فقہ حنفی کی بہت سی معتبر کتابوں میں یہی درج ہے کہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے پس غیر صحیح روایت سے سرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلت علم پر استدلال کرنا اور اہل اسلام کی تکفیر پر کماذہنا متبعین تقویتہ الا یان کے سوا کسی ذی علم کا کام نہیں، پس اگر فتاویٰ قاضی اور بحرالرائق کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ خود بخود بلا تعلیم الہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے تھے تو اس کو ہم بھی کفر سمجھتے ہیں اور اگر یہ عطاوی تعلیم الہی کی نفی ہے تو یہ ہرگز صحیح نہیں کیونکہ یہ بہت سی آیات حدیث و دیگر کتب دینیہ کے خلاف ہے۔ اور اس سے انکار کرنا کفر کے مترادف ہے۔

نیز کماح کرنا ایک عمل ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امت کے اہل اچھے ہوں یا بُرے، یہ نور نبوت سے دیکھتے ہیں جیسا کہ اوپر متعدد کتب کے حوالے سے درج ہوا۔ پس عبارت قاضی خاں و بحرالرائق خلاف منقولات ہے اور نص کے مقابلہ میں قیاس مردود ہے۔

علم غیب کے قائلین اور منکرین کا محاکمہ

اب ہم غیب کے متعلق اس قدر کچھ چکنے کے بعد اس قابل ہو گئے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اور منکرین کے بیانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے معقول فیصلہ کر سکیں جو اہل عقل و نقل کے لئے یکساں طور پر قابل قبول ہو۔

یہ صحیح ہے کہ دونوں فریق (مشتبہ اور منکرین) قرآن اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اگر ان کے دلائل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو قرآن مجید میں تضاد لازم آتا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں تضاد و اختلاف کا اعتقاد کفر ہے پھر اس اختلاف کا جو بعض آیات میں بظاہر نظر آتا ہے، اس کا ارتفاع کیونکر ہو؟ ذرا سے تامل سے یہ فرق واضح ہو جاتا ہے، اور وہ حقیقت و مجاز کا فرق ہے جیسا کہ کتاب ہذا کی ابتداء میں مرقوم ہوا، یعنی فاعل حقیقی تو ذات باری تعالیٰ ہے۔ اور مخلوقات میں سے کسی کی طرف کسی فعل یا صفت کا انتساب مجازی ہے، خدا تعالیٰ کے اوصاف ذاتی ہیں اور مخلوق کے اوصاف خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں، اس فرق کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم موبہمہ اختلافات آیات خود بخود اٹھ جاتا ہے، علم غیب کے بارے میں ہم ذرا وضاحت سے کام لیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا اس کے متعلق عقیدہ بیان کرتے ہیں جس پر بغور نظر کرنے سے بہت سے اختلافات اور غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی اور

۱۔ ذاتی علم غیب صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

۲۔ خدا تعالیٰ کا علم محیط کل اور غیر متناہی ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم خدا تعالیٰ کے علم کا بعض اور متناہی ہے۔

۳۔ حضور کا یہ بعض خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ہے، مخلوقات کے مقابلہ میں نہیں مخلوقات کے لئے بعض بھی لامتناہی ہے کیونکہ اس کا اندازہ ناممکن ہے۔

۴۔ آپ کا علم مخلوقات کے جمیع علوم سے زیادہ ہے لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔

۵۔ آنجناب کو یہ علم تدریج عطا ہوا۔ یہ سلسلہ تا اختتام نزول قرآن جاری رہا، نزول قرآن کے اتمام پر اللہ تعالیٰ آپ کو جملہ مغیبات کا (جسے ہم ماکان و ما یکون کہتے ہیں) علم عطا فرمایا۔

۶۔ آپ باوجود جاننے کے بعض امور کا کسی دوسرے سے دریافت کرنا بھی کسی حکمت کی بنا پر تھا۔

۷۔ آپ باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے اور بعض امور کا کتمان کسی حکمت کی بنا پر ہوتا تھا جو کسی موقع محل اور ضرورت اظہار کا متقاضی تھا۔

۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم رحمانی ہیں تفصیلی علوم خدا تعالیٰ کے لئے ہیں۔

۹۔ امور مندرجہ بالا کے پیش نظر ہمیں آیات قرآنی پر غور کرنا چاہیئے اور ان سے یہ نتائج مندر کرنے چاہئیں:

۱۔ آیات میں جہاں آپ کے لئے علم غیب کی نفی کی گئی، وہاں علم غیب ذاتی مراد ہے جو صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

۲۔ جہاں علم غیب کا اثبات ہے وہاں علم غیب عطا فیہ تعلیم الہی مراد ہے جو آپ کا خاصہ ہے۔

۳۔ بعض جگہ قرآن اور حدیث میں جو آپ کی ذات سے جو علم غیب کی نفی کی گئی ہے، یہ اس وقت تک تو درست ہے جس وقت وہ کی گئی بعد میں وہ علم آپ کو حاصل ہو گیا، یعنی یہ بات اس وقت کے بعد علم غیب عطا ہونے کے منافی نہیں۔

۴۔ بعض امور کا اخفا آپ نے کسی حکمت کی بنا پر کیا تاکہ اس کا اظہار بوقت ضرورت ہو، پس جب آپ نے اس کے اظہار کا موقع اور مخاطبین میں اس کے قبول کی رغبت و صلاحیت دیکھی تو آپ نے ظاہر فرمادئے۔

اس معاملہ میں جہاں بعض افراد اہل سنت والجماعت نے افراط و تفریط سے کام لیا، وہاں گروہ منکبین نے تفریط کو اس حد تک پہنچا

دیا جس کے ڈانڈے انکار آیات قرآنی سے جاملتے ہیں اور ایسی تو کوئی بات یا شبہ نہیں جو گستاخی شونجی اور سوء ادب تک نہ جاپہنچے، اہل سنت والجماعت کے بعض افراد نے آپ کے لئے جملہ علوم غیبی یوم پیدائش ہی سے تصور کر لئے اور ان میں تدریجی ارتقا کو صاف نظر انداز کر دیا جہاں کہیں انہیں آپ کا بتعلیم الہی بذریعہ الامام و وحی و فیہ علم غیب سکھا نظر آیا، وہاں بھی جھٹ یہ کہہ دیا کہ یہ بات تو آپ پہلے سے ہی جانتے ہیں حالانکہ یہ مسلم ہے یہ علوم آپ کو تدریج سکھائے گئے جس کی انتہا اتمام نزول قرآن کے دن التمام علیکم نعمتی کی مہر لگ چکنے کے بعد ہوئی والاخذہ خیر لک من

الدولی میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جوں جوں آپ کے علوم میں اضافہ ہوتا گیا، آپ کی بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوتی چلی گئی، اگر اس تدریجی ارتقا سے انکار کیا جائے تو رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کے کیا معنی لئے جائیں گے اور کیا اس بات کو تسلیم کرنے سے آپ کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے، حاشا وکلا، کیونکہ یہ امر واقع ہے، اس سے انکار کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے، اسی امر کے انکار نے منکبین کو بہت سے اعتراضات اور شبہات گھرنے کی جرأت دلائی، مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ یَسْئَلُونَكَ

عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ، یہاں اگر صاف اقرار کر لیا جائے، کہ آیت کے نزول تک واقعی علم الساعت آپ کو کماحقہ حاصل نہ تھا، تو اس میں کوئی خرابی لازم آتی ہے اور اہل سنت والجماعت کی خواہ مخواہ تاویلات سے کام لے کر آپ کے لئے

نزول آیت کے وقت علم الساعت ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں تو منکبین سے صرف یہ سوال کرنا چاہیئے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی کیا آپ کو علم ساعت عطا

نہیں کیا گیا، اگر نہیں تو قرآن مجید اور احادیث میں جو کچھ احوال قیامت کے متعلق بیان ہوا ہے اس سے انکار لازم آتا ہے یا نہیں، اگر لازم آتا ہے تو یہ انکار منکرین کو مبارک ہو۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض مقامات پر جہاں صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض مغیبات آپ کے مشابہہ میں لائے جا رہے ہیں اور بذریعہ وحی یا الہام آپ پر وہ منکشف فرمائے جا رہے ہیں وہاں منکرین کو فضیلت اور جہالت کی شب ویکور میں دُور کی سوچھی ہے کہ اگر حضور کو علم غیب ہوتا تو ایسا وقوع میں کیوں آتا جیسا کہ شب معراج میں آپ نے جبرائیل سے کئی امور کے متعلق استفسار فرمایا، یہاں علمائے اہل سنت والجماعت کے لئے یہی جواب دینا کافی ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سجدہ مغیبات کا علم یوم پیدائش ہی سے نہیں مانتے، ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کو یہ علوم بتدریج بہ تعلیم الہی بذریعہ الہام وحی حاصل ہوئے جس کی ایک جھلک تم خود دیکھ رہے ہو اور اس پر اعتراض کر رہے ہو۔ منکرین نے تفریط میں کمال کر دکھایا اور حضور کے لئے بعض علم غیب عطائی جزوی طور پر ماننے سے بھی انکار کر دیا جس سے صد ہا آیات و احادیث کا انکار لازم آتا ہے لیکن اس کی انہوں نے بالکل پرواہ نہیں کی اور نفی علم غیب پر ایڑی پیڑی کا زور لگا دیا، اس سلسلے میں انہیں اپنی کئی ہوئی باتوں کا بھی پاس نہ رہا، اور انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کو گھٹانے گھٹانے بھائی کے برابر کر دیا اور صحت علم میں انہیں شیطان لعین سے بھی کم قرار دیا (نعوذ باللہ من ذالک) براہین قاطعہ یہی ہے غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم خلاف قطعہ بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے تقویۃ الایمان میں ہے کہ خدا کا دیا ہوا علم غیب ماننا بھی شرک ہے۔ مولوی اثر علی صاحب تھانوی نے رسالہ حفظ الایمان میں حضور کے بعض علم غیب کا مقرر ہوتے ہوئے

اسے چوپاؤں اور دیوانوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دی۔ ان کے ایسے عقائد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے انہیں عداوت ہے۔ اور ان کی رفعت شان اور عظمت سے جل مرتے ہیں انہوں نے جو آیات و احادیث نفی علم غیب کے سلسلے میں پیش کی ہیں ان میں بالذات اور بالاستقلال علم غیب کی نفی ہے، لیکن یہ علم غیب عطائی کو بھی اسی لپیٹ میں لے آئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش مش کی ہے، کہ اس طرح خدا و رسول میں مساوات کا امکان ہے حالانکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ذاتی علم غیب خدا کا خاصہ ہے اور عطائی علم غیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور معطی اور معطی علیہ میں مساوات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ معطی کا درجہ ہر حالت میں بلند ہے۔

نفی علم غیب کی آیات کو جو وقتی طور پر یقین ان کو منکرین اسی طرح مانتے ہیں، جس طرح بوقت نزول انہیں ماننا چاہیے اور اثبات کی آیات جو بعد میں نازل ہوئیں ان کی طرف مطلقاً غور نہیں کرتے مثلاً "قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے لا تعلمہم نحن نعلمہم اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنہم فی لحن القول تفریح میں ہے فان قلت کیف نفی عنہ علم بحال المنافقین واثبتہ فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان آیتہ النفی نزلت قبل آیتہ الاثبات یعنی اگر تو کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کی گئی حالانکہ آیت ولتعرفنہم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت اثبات کی آیت سے پہلے نازل ہوئی، حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جمعہ کو خطبہ کے وقت ان کے نام لے لے کر مسجد سے باہر نکال دیا جن کی تعداد تین مرد اور ایک سو سترہ عورتیں بتائی جاتی ہے اب منکرین بتائیں کہ اس حدیث اور دوسری آیت کا تطابق لا تعلمہم نحن نعلمہم سے لے کر کہیں گے بجز اس کے کہ یا اُسے منسوخ تسلیم کر لیں یا اس میں نفی صرف علم ذاتی کو مانیں، منقولات کے پیش کرتے وقت منکرین نے بعض اوقات سیاق و سباق کلام کو خیال میں نہیں رکھا جہاں نفی

علم غیب کا امکان بھی نہ تھا، وہاں سید زوری سے اُسے ثابت کرنے کی کوشش کی یہ علیحدہ امر ہے کہ ان کی اس کوشش سے خود انہیں کی جہالت و ضلالت ثابت ہوتی چلی گئی۔ جیسا کہ وما علمناہ الشرح وما ینبغی لہ آیت سورہ یٰسین میں، جہاں اس عمد کی مروجہ شاعری کی لغویت کا اظہار بہ مقابلہ قرآن مجید منظور ہے۔ معلوم نہیں کہ منکرین نے علم شعر کو جو زید و بکر وغیرہ سے سیکھا جاسکتا ہے کیوں علوم غیب کی صف میں داخل کر لیا، منکرین نے بعض جگہ تعصب و خیانت سے کام لیا اور نقل حوالہ میں اصل عبارت کو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہنے دیا جس سے مفہوم عبارت ہی بدل گیا مثلاً "شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ایک حدیث برہان قاطعہ میں اس کے مصنف نے درج کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" شیخ مذکور نے نقل حدیث کے بعد این سخن اصلے ندارد و در روایت یدایں صحیح نہ شدہ است، لکھا ہے لیکن ناقل اس کو صاف بھٹم کر گیا۔ مولوی حسین علی داں بھجری نے رسالہ غیب دانی میں سورہ جن کی آیت متعلقہ علم غیب کا ایک جزو لا ینظر علی غیبہ احداً تو لے لیا، تاکہ اپنا مرغومہ دعویٰ ثابت ہو جائے مگر دوسرا جزو الامن ارتقی من رسول جس سے علم غیب کا اثبات ہے چھوڑ دیا، تفسیر فتح العزیز کے مترجم نے آیت و یکون الرسول علیکم شہیداً کی تفسیر نقل کرنے میں جو وہابی مذہب کے خلاف تھی، خیانت کی وغیرہ۔ عقلی طور پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو خلافت الہی تفویض علم کے باعث ہی حاصل ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ تو خلاصہ موجودات ہے تمام موجودات کے کمالات اور علوم آپ کی ذات مقدسہ میں جمع ہیں کیونکہ آپ کائنات میں خدائے تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں، یا نیابت الہیہ کا بہترین مجسمہ ہیں، اور نائب کے لئے ضروری ہے کہ مناسب کی مرضی اور منشاء کے مطابق نظام کو چلائے لہذا اس کے لئے ہر چیز کے متعلق مناسب کی رضا کا علم لازمی ہے پھر اختیار کا نمبر آتا ہے جس کے ماتحت کوئی نظام قائم ہو سکتا ہے، پس ایسی صورت میں یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ آپ کا علم موجودات کے مجموعی علم سے زیادہ ہے اور آپ کے علم سے خدا کا علم ہی زیادہ ہے کسی کی مجال

نہیں کہ اس بارے میں آپ کی برابری کا دعویٰ کر سکے اور یہی بات آپ کی رفعت شان کے متقاضی ہے، ہمیں آپ کے کمالات کے سامنے سرعز جھکا کر صدقِ دل سے اقرار کرنا چاہیئے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

منکرین کے لئے یہ چند سطور ہی اگر وہ انصاف سے کام لیں تو کافی ہیں ورنہ تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہونے کی صورت میں ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ایسا ہے جس کی موجودگی میں آیات قرآنی میں باہم لفظ ہو سکتی ہے منکرین کی باتوں کو مد نظر رکھتے تو افتومنون ببعض الکتاب تکفرون بعض کے ماتحت کئی آیات اور سینکڑوں احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ خدا اس سے بچائے واللہ یدہی الی السبیل الرشاد اخیر میں ہم وہ چیلنج درج کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں، جو زیدہ المحققین امام المناظرین اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے اہل سنت والجماعت کی طرف سے منکرین کو دیا، وہ تو ہذا "ہاں ہاں تمام نجد یہ دہلوی لنگوہی جھگی کو ہی سب کو دعوت عام ہے،

اجمعوا لشرا، کھر چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالتہ یا ایک حدیث متواترہ یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر یہ ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد اشیاء مذکورہ ماکان وما یکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا نہ گیا، فان لم تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یدہی کید الخائنین منکرین کے پاس اگر اس کا معقول جواب ہو تو پیش کریں قرآن مجید میں ہے وسیع ربی کل شیء علماً در میرا پروردگار علم کے لوازمات ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے نیز فقل ربکہ ذو رحمة واسعة (پس کہہ دو کہ کہ تمہارا رب وسیع رحمت کا مالک ہے) یہاں خدا کی شان عظیمی کو ہر چیز پر محیط کیا ہے، قرآن مجید خدا تعالیٰ کی رحمت کو بھی وسیع کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا

ہے۔ وسعت رحمتی علیٰ کل شیء یعنی میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے جس طرح خدا کی صفت علم میں عمومیت پائی جاتی ہے، وہو وسعت کے لحاظ سے ایسی ہی عمومیت صفت رحمت میں بھی ہے جہاں صفت رحمت ہر چیز کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے وہاں صفت علم بھی ہر چیز کو اپنی وسعت سمیٹے ہوئے ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت ہے کیا چیز اور اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔ دیکھئے آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین پس جس طرح خدا کی رحمت ہر جگہ موجود ہے اسی طرح آپ کی ذات بھی ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز کو اپنے سایہ عاطفت میں لئے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ ہی پہلو بہ پہلو خدا کی شان عظمیٰ بھی اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ موجودات میں خدا کی صفت علم اور صفت رحمت کی یہ جلوہ گری اپنی وسعت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہے، اس سے ہمیں یہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جہاں آپ کی ذات موجود ہے وہاں آپ کا علم بھی موجود ہے اور یہ مسلم ہے کہ آپ کی ذات مقدس بظاہر مجسمہ رحمت ہونے کے ہر جگہ موجود ہے کیونکہ رحمت الہی کی وسعت کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہو اس لئے آپ کا علم بھی ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور اس پر ہر وقت خدائی علم کی وسعت کا پرتو پڑ رہا ہے۔

اسے مختصر الفاظ میں ہم یوں ادا کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی وسیع رحمت کا منظر آپ کی ذات ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اس کے وسیع ذاتی علم کا پرتو آپ کا عطا ئی علم غیب ہے، اس لئے یہ بھی ہر چیز کو اپنے دامن وسعت میں لئے ہوئے ہے کیونکہ یہ دونوں صفتیں عمومیت کے لحاظ سے یکساں ہیں۔

نظر میں، صورت اہلسنت والجماعت کا عقیدہ درست اور صحیح ہے اس میں شرک کی کوئی شق نہیں، ہاں اس عقیدے کی مخالفت حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فطرتِ شائنا

سے عدم الگاہی کا ثبوت ہے جو گستاخی اور سوء ادب کی حدود سے گزارہ کہ آدمی کو کفر کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

مسئلہ استمداد

کسی آدمی کا حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے مدد مانگنا جائز ہے،
دراں حالیکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی مدد تو خدا کے تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو، یہ
حضرت اسی کے مظہر ہیں اور اسی کی عطا کردہ قدرت سے کسی کی مدد کرنے کی طاقت
رکھتے ہیں یعنی قدرت امداد ان کی ذاتی نہیں بلکہ حق تبارک و تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔
اس سلسلے میں ہم پہلے استمداد کے جواز میں دلائل پیش کرتے ہیں پھر اس پر جو
اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جوابات مع دلائل تحریر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

استمداد پر دلائل قولہ تعالیٰ - وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعادوا علی

الاثم والعدوان والتقوا اللہ فان اللہ شدید العقاب
(سورہ مائدہ برحق اول) اور مدد کرو تم اوپر یہ نیکی کے اور پرہیزگاری کے اور نہ مدد کرو تم گناہ
اور ظلم پر اور ڈرو تم اللہ سے، تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ (موضع القرآن)
تعاونوا صیغہ امر ہے، باب تفاعل سے جو مشارکت کے لئے آتا ہے یعنی آپس میں باہم ایک
دوسرے کی مدد کرنا، باقی رہا مدد طلب کرنا، فَسْتَعِیْزُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ سے ثابت ہے

استعینوا صیغہ امر ہے، باب استفعال سے جس کا خاصہ طلب کرنا ہے یعنی مدد طلب
کیا کہ وہ ساتھ صبر اور نماز کے سوا اور نماز دونوں بندے کے فعل میں ہیں پس وسیلہ
مخلوق بادشاہ باری تعالیٰ استعانت، امور باہم کوئی، کیونکہ حکم ان اللہ خلقکم وما
تعملون بندوں کے افعال بھی مخلوق ہیں۔ یا جوج ماجوج کی آمد و رفت بند کرنے

کرنے کیلئے حضرت سکندر ذوالقرنین سے عرض کی گئی جس کے جواب میں آپ نے کہا،
اعینونی بقوۃ یعنی تم میری بلا طاقت امداد کرو پھر انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان
زمین کو پانی کی گہرائی تک کھودا اور دیوار کی بنیاد رکھی جو پہاڑوں کی بلندی تک اوپر
اٹھائی گئی جسے سد سکندری کہتے ہیں اس سے مدد مانگنا اور مدد دینا دونوں ثابت ہو جاتی
ہیں۔

قبل از ولادت حضور سے استمداد اہل کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
ولادت سے پہلے جب مشرکین سے مغلوب

ہوتے تو آپ کے وسیلہ سے مدد چاہتے، اس پر حق تعالیٰ نے انہیں مشرکین پر غلبہ عطا
فرمایا، كما قال اللہ تعالیٰ وكانوا من قبل يستفتحون علی الذین كفروا الا یہ اس کی
تفسیر مظہری میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے، وكانوا ای الیہود من قبل لے قبل البعث
النبی صلی اللہ علیہ وسلم يستفتحون ینصرون علی الذین كفروا لے مشرکین
الغرب ولیقربون اللہم الفرنا علیہم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد
صفته فی التواریک، خازن مدارک، سران الملیہ اور موضع القرآن کی عبارات کا مفہوم
بھی یہی ہے یعنی جب یہودی آپ کی بعثت سے پہلے کفار سے نابرابر آجاتے تو دُعا
مانگتے کہ اے پروردگار کہ میں آخری زمانے کے پیغمبر کی طفیل ان پر فتح دے

اور تفسیر فتح العزیز جلد اول، مبعوث محمدی لاہور کے صفحہ ۱۸۱ میں آیت مذکورہ کی
تفسیر میں فرماتے ہیں "لیکن درینجا باید فہمید کہ استعانت از بوجہیکہ اعتقاد ہمہ آن غیر راشد
و اورا مظہر عون الہی نہ اند حرام است، و اگر التفات محضی بجانب حق است، و اورا یکے از
مظاہر عون، وائتہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت، و تعالیٰ در آن نمودہ بہ غیر استعانت ظاہری
نماید دور از عرفان نخواہد بود، و در شرح نیز جائزہ روایت، و انبیاء و اولیاء، این نوع استعانت
ظاہری حقیقتہ این نوع استعانت بہ غیثیت بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر
یعنی یہاں سمجھنا چاہیے، کہ غیر خدا سے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اسے مظہر امداد الہی
نہ جانتے ہوئے مدد مانگنا حرام ہے لیکن اگر مایل حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو ان سے

منظومات الہی جہلت ہوئے اور اسباب وحکمت الہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر غیر خدا سے ظاہری امداد طلب کی جائے تو یہ بعید از عرفان الہی نہیں یہ امر شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے بھی غیرے کی ہے دراصل اس قسم کی مدد طلب کرنا استعانت بہ غیر نہیں بلکہ استعانت بحق تعالیٰ ہے مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے منصب امامت مترجم مطبوعہ فاروقی دہلی میں لکھا گیا ہے۔

”وإنما جملة أمور شغل عباد الله، استيفاء النفس إلى الله وطلب معرفته، قال الله تعالى: وابتغوا إليه الوسيلة ومراراً وسيله شخصه است، ان اقرب الى الله باشد در منزلت كما قال الله تعالى: الَّذِينَ يَدْعُونَ يَدْعُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ إِلَيْهِمْ أَقْرَبَ وَأَقْرَبَ إِلَى اللَّهِ باعتبار منزلت اول رسول باست بعد انما امام کہ نائب اوست“ مفہوم اس کا یہ ہے کہ بزرگوار دین کے حامل و مہند نے اور ان کی معرفت طلب کرنے میں بندوں کو امر الہی ہوا جیسے فرمایا خدا تعالیٰ نے اے ایمان والو! ذرا اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طرف وسیلہ طلب کرو اور وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو حق تبارک و تعالیٰ کی جناب میں باعتبار عزت مرتبہ بہت قریب ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی لوگ ہیں کہ پکارتے ہیں: تلاش کھتے ہیں اپنے پروردگار کے پاس سب سے کون زیادہ ان کے قریب ہے اللہ تعالیٰ بہت نزدیک ہے یہ لحاظ عزت و منزلت پہلے رسول ہیں پھر امام جو نائب رسول ہے۔

اور تفسیر محمدی مطبوعہ گلزار محمدی لاہور میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں حافظ محمد لکھنوی نے بھی بحوالہ فتح الرحمن تہذیب ولی اللہ صاحب یہ لکھا ہے: ”بودند پیش از ان طلب فتح میکردند بر کافران یعنی بحر مستقران و محمد فتح بر کافران میخواستند اس کا ترجمہ پنجابی میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہودی شرک کفار سے ڈر کر اس سے پیشتر طلب فتح کیا کرتے تھے کہ اسے خدا ہمیں اس نبی کی طفیل جس کی صفات تواریک میں پڑھتی جاتی ہے فتح عطا فرما پھر انہیں فتح ملتی تھی یہ عالم میں بھی لکھا ہے، شہنوی شریف میں لکھا ہے۔

بود در انجیل نام مصطفیٰ
طالع نصرانیان بہر ثواب
بوسہ داؤد کے برائ نام شریف
اندریں قصہ کہ گفتیم آن گروہ
ایمن از شر امیران وزیر
نسب ایشان نیز ہم بسیار شد
نام احمد این چنین یاری کند
نام احمد چون حصار شد حصین
آں سر پیغمبران بحر صف
چو رسیدی بدال نام خطاب
رو نہادند برائ وصف لطیف
ایمن از فتنہ بدند و اند شکوہ
در پناہ نام احمد مستحیر
نور احمد ناصر آمد یار شد
تا کہ نورش چون نگہداری کند
تا چہ باشد ذات آن روح الامین

ترجمہ: انجیل میں سید الانبیاء بحر صفا حضرت مصطفیٰ کا نام درج تھا نصرانیوں کا ایک گروہ جب انجیل پڑھتے پڑھتے آپ کے نام اور خطاب تک پہنچتا تو حصول ثواب کی غرض سے اس نام شریف پر بوسہ دیتا اور مرقومہ اوصاف کو صدق یقین سے تسلیم کرتا اور اس پر اپنی پیشانی رکھتا اس کی برکت سے وہ گروہ فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا اور جناب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی پناہ میں امیر وزیر کے شر سے بے فکر تھا نور احمدی کی نصرت اور یاری سے ان لوگوں کی نسل نے بہت ترقی کی جب آپ کا نام پاک اس طرح یاوری کرتا ہے تو آپ کے نور مبارک کے کیا کہنے جب آپ کا نام مبارک امن و حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے تو اس ذات مقدس کی رفعت و عظمت کیسا ہوگی۔

قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا كونوا انصارا لله كما قال عيسى ابن مريم للحواريين من انصارى الى الله قال الحواريون نحن انصار الله (سورة صف) ملنا لانا (مراد انصار میں کہ بیچ عقبہ تائبانہ کے بیعت کی تھی اور کہتے ہیں وہ ستر آدمی تھے یا سب مسلمانوں کو خطاب ہے) بنوئم یاری کرنے والے دین اللہ کے کہ اور پیغمبر اس کے کہ یعنی اے محمد نصرت طلب کہ قوم اپنی سے جیسے نصرت طلب کی جیسا بیٹے مریم کے نے خاص حواریوں کو کہ کون ہیں یار اور یاری کرنے والے میری طرف نصرت اللہ کی یا کون ہیں

مدد کرنے والے میری بیچ دعوت کرنے خلق کی طرف نصرت اللہ کی، کہا حواریوں نے کہ اس راہ میں ہم میں مدد کرنے والے دین اللہ کے کی (موضح القرآن) آیت مذکورہ میں حق تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کے لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو، یعنی حضور کی مدد کرنے کو اپنی مدد کہا اور من النصاری علی علیہ السلام کی طرح نہ کہا، یہاں مدد کرنا اور مدد مانگنا دونوں منصوب ہیں۔

انبیاء حضور کی امداد کرتے ہیں کی مدد کے لئے جملہ انبیاء کرام سے عالم ارواح میں عہد لیا کہ جب حبیب اللہ خیر الوری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں، تو بالفرض آپ کی امداد کریں، لکن قولہ تعالیٰ وَاِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِثْقَاتِ النَّبِيِّينَ لَمَّا اٰتٰتِكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ فَجَعَلَ كَرِهُ رَسُوْلٍ مُّصَدِّقٍ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُوْا بِهٖ وَلَتَنْصَرُقُوْا سَیِّئُ الْمُفْسِقُوْنَ تک دیکھو یہاں قرآن مجید میں صریحاً امداد کرنے اور کرانے کا ارشاد ہو رہا ہے اور اس سے انکار قرآن سے انکار ہے۔ پارہ اول ربع سوم میں ہے فَاٰتٰتُكَ نَافِعٌ مِّنْهُ فَحِیْ رُوحِ الْقُدُسِ یٰۤهٰمُ نَیْسُ رُوْحِ الْقُدُسِ سَیِّئُ مَدَدِی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کی: وجعل لی وزیراً من اهل هارون اخی اشد دبه ازری و اشکره فی امری یعنی بنا اور مقرر کر میرے واسطے یار اور مددگار میرے کہنے میں سے میرے بھائی ہارون کو، اور اس سے مضبوط کر پیٹھ میری اور اسے میرا رفیق بنا پیغمبری میں، اگر مدد مانگنا یا مدد کرنا شرک ہوتا تو حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے میں جملہ انبیاء کرام سے مدد کا عہد کیوں لیا جاتا، اور موسیٰ علیہ السلام خدا سے التجا کیوں کرتے کہ میرے بھائی کو میرا مددگار بنا۔

قوله تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ اٰیْدُکَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْقَیِّمِیْنَ قُلُوْبِهِمْ اِلَیْهِ یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تجھ کو قوت دی ساتھ یاری اپنی کے اور قوت دی ساتھ مؤمنوں کے اور الفت ڈالی، درمیان دلوں ان کے کے۔ اس طرح قرآن مجید کی متعدد آیات

سے دوسرے سے مدد مانگنا اور کسی کو مدد دینا ثابت ہے۔ تفسیر ضیائی میں تحت آیہ فالمدبرات امداً (سورہ نازعات) لکھا ہے، اوصاف النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً لئلا شرعاً شديداً من اغراق التنازع فی القوس فبسط الی عالم الملكوت و تسبح فیہ فتسبق الی خطائر القدس فتصید البشر فها و قوتها من المدبرات، ان آیات کریمہ میں اللہ عز وجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے، جب وہ اپنے مبارک بدنوں سے جدا ہوتی ہیں، جسم سے جدا ہو کر وہ عالم بالا کی طرف سبک خراش اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی ہوئی خطر مانے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں۔ پس اپنی بزرگی و طاقت کے باعث کار و بار عالم کے تدبیر کرنے والوں میں سے ہو جاتی ہیں، اس کی تائید مولوی اسمعیل صاحب دہلوی نے اپنی کتاب منصب امامت میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ ملائکہ مدبرات الامر کی طرح حل مشکلات اور حاجت روائی کرتے ہیں۔

پارہ مصرع سوم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، والقمر اذا انشق۔ اس کے ضمن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی فرماتے ہیں: و بعضہ از خواص اولیاء اللہ را کہ آلاء خارج تکمیل و ارشاد نبوی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق انہماجیت کمال و سعت تدارک انہما مانع توجہ بایں سمت نمی گردند و ادبیات تحصیل کمالات باطنی از انہماجی نمائند، وارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہماجی طلبند و می یابند و زبان حال در آن وقت ہم مترنم بایں حمد مقامات است۔ ع

من آیم بحب ان کہ تو آئی بہ تن یعنی بعض خاص اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت و ارشاد کے لئے پیدا کیا ہے، ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کا استغراق بوجہ کمال و سعت تدارک انہیں ممکن نہیں اور ایسی طریقہ کے لوگ باطنی کمالات انہی سے حاصل کرتے ہیں، حاجت مند اور اہل غرض لوگ اپنی مشکلات کا حل انہی سے چاہتے ہیں، اور جو چاہتے ہیں وہ پاتے بھی ہیں اور زبان

حال سے یہ گیت گاتے ہیں

من ایم بحال کہ تو آئی بہ تن

دفت۔ پورا شعر اس طرح ہے۔

مرا زندہ پسندار چوں خوشی تن من ایم بحال کہ تو آئی بہ تن

یعنی مجھے اپنی مانند زندہ سمجھو اگر تم میری طرف بدن سے آؤ گے تو میں تمہاری طرف جان سے آؤں گا۔ تم بظاہر میری طرف متوجہ ہو گے تو میں بہتیں بہر باطن تمہاری طرف ملتفت ہوں گا۔

مولوی اسماعیل صاحب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں "ان نسبت قادریہ و نقشبندیہ پس بیا نش آنکہ بہ سبب برکت بیعت و میں تو جہات آنجناب ہدایت مآب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ و تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع در مابین روحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ، زیرا کہ ہر واحد انیس ہر دو انام تقاضاے جذب حضرت ایشاں بجامہ بسوئے خود میفرمود تا انکہ بعد انقضائے زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شد و تا قریب یک پاس ہر دو امام بہ نفس نفیس حضرت توجہ قوی و تاثیر زور آور می فرمودند تا انکہ در ہم یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گید و دامان نسبت چشتیہ پس بیا نش آنکہ روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقوم نور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند و ہر مرقوم مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں ہر دو روح ایشاں ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہ پس قوی فرمودند کہ بہ سبب آن توجہ ابتداء حصول نسبت چشتیہ متحقق شد؟

عبادت مذکورہ سے یہ باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) دونوں بزرگوں کا بعد وفات بھی دور سے معلوم کہ لینا کہ فلاں جگہ جا کہ فلاں آدمی کو فیوضات قادری اور نقشبندی عطا کرنے ہیں۔

(۲) پھر دونوں صاحبوں کا بغداد شریف اور بخارا سے بیک وقت وہاں پہنچ جانے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کی روانگی اور رسیدگی کے وقت کا علم تھا۔

(۳) اس قدر تصرف کہ ایک ہی پیر میں قادری اور نقشبندی طریق کے مطابق باکمال بنا دیا جس سے اولیاء اللہ حاجت اور مشکل کشا (بکرم جملہ) ہونا ثابت ہوا۔

(۴) حصول کمالات باطنی کے لئے مزارات اولیاء اللہ پر جانا اور صاحب مزار کا فیوض باطنی سے مالا مال کرنا۔

(۵) عطا فیض میں اولیاء اللہ کا تصرف وغیرہ وغیرہ۔

امام غیر مقتدرین نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی رسالہ نفع الطیب میں قاضی شوکانی سے یوں مدد مانگتا ہے۔

زمری رمی در افتادہ ارباب سنن شیخ سنیّت مدّے قاضی شوکانی دے

تفسیر کبیر میں سورہ انعام کی آیت وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ کے تحت میں لکھا ہے وَتَاللّٰهِمَّ الْاَنْبِيَاءَ وَهُمْ اَلَّذِيْنَ اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الْعِلْمِ وَ الْمَعَارِفِ مَا لَا جِلَّةَ يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِيْ بَوَاطِنِ الْخَلْقِ وَ اَرْوَاحِهِمْ تَبَرَّ اَعْطَاهُمْ مِنَ الْقُدْرَةِ وَالْمَكْنَةِ مَا لَا جِلَّةَ يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِيْ ظَوَاهِرِ الْخَلْقِ يَعْنِيْ سَوْمِ اَنْ مِّنْ سِوَا اَنْبِيَاءٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ هِيَ، اَوْ يَرِىْهِ وَه لَوْك هِيَ جَنَّتِ اللّٰهُ تَعَالٰی لَئِنْ اَسْ قَدْرُ عِلْمِ وَ مَعَارِفِ عَطَا فَرَمَاةً مِّنْ جَنِّ سِىْ وَه مَخْلُوقَاتِ كِىْ دِلُوْنِ اَوْ رُوْحُوْنِ بِرِ تَصَرُّفِ كِرْنِىْ كِىْ قَدْرَتِ رَكْهَتِ هِيَ نِيْزَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَئِنْ اَتَمَّيْنِ اَسْ قَدْرُ قَدْرَتِ اَوْ رِ طَاقَتِ دِىْ بِىْ جَسْ سِىْ مَخْلُوقِ كِىْ ظَوَا اِىْ رِ بِىْ بَهِىْ تَصَرُّفِ كِرْنِىْ سِىْ۔

مشکوٰۃ شریف میں ربیعہ بن کعب السلمی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مجھ سے فرمایا سَلِّ فَقُلْتُ اسْئَلُكَ مِرَاقِفَتَكَ فِى الْحِجَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذٰلِكَ قَالَ فَاَعْنِىْ عَلٰى فُسْطٰكُ الْبَكْرَةِ السَّجُودِ يَعْنِیْ كَیْچھ مانگو، پس میں نے کہا کہ میں جنت میں آپ کی ہمراہی طلب کرتا ہوں آپ نے فرمایا کَیچھ اور بھی مانگتا ہے میں نے

کہا جس سے آپ نے فرمایا کہ زیادہ نوافل سے میری مدد کر۔

اشعۃ المعانی میں اس حدیث کے ماتحت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'وازاطلاق سوال کہ فرمود سل و تخصیص نہ کرو' مطلوب خاص معلوم می شود کہ کار بہہ بدست ہمت و کرامت، اوست ہرچہ خواہد ہر کہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد، مانگ لو کہ کے سوال کو مطلق چھوڑنے اور کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام کام آپ ہی کے کریمانہ دست ہمت میں ہیں، آپ جو کچھ جس کو چاہیں اپنے پروردگار کی اجازت سے دے دیں۔

یا عباد اللہ اعینونی حسن حسین میں ہے وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی 'یا عباد اللہ اعینونی' یعنی جب مدد لینی ہو تو کہے کہ اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔ اے خدا کے بندو میری مدد کرو، اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ شیخ عبدالحق صاحب اشعۃ المعانی میں بحوالہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں 'ہر کہ استمداد کردہ شود بر وس در حیات استمداد کردہ می شود بوس بعد از وفات و یکے از مشایخ گفتہ دیدم چہار کس را از مشایخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفاء ایشان در حیات خود یا بیشتر تو می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد حیات قوی تر و اولیاء را در اکوان تصرف حاصل ہست، و آن نیست مگر ارواح ایشان را و ارواح باقی است یعنی جس سے زندگی میں امداد طلب کی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی طلب کی جاسکتی ہے۔ مشایخ میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مشایخ میں سے چار آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں (بعد وفات) اس طرح تصرف کر رہے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے، یا اس سے بھی زیادہ۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ زندہ کی امداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ مردہ کی امداد بہ نسبت زندہ کے زیادہ قوی ہے، اور اولیاء کو اکوان

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ تصرف ارواح کو حاصل ہوتا ہے (بقیۃ ۱۰۵)

حال میں تصرف حاصل ہے۔ اور یہ تصرف ان کی روحوں کو حاصل ہے اور وہ باقی ہیں، جہم کے ساتھ ان کو موت نہیں آتی)

(الحق صفحہ ۱۰۴) جو ارواح قیدہ غنا میں ہونے کی صورت میں قدرت تصرف حاصل کر لیتی ہیں، کوئی وجہ نہیں قید عناصر سے رہا ہونے پر ان کے تصرف میں اضافہ نہ ہو جائے۔ جیسے کوئی آدمی ہاتھ پاؤں بندھے ہونے کی حالت میں ایک کام کر لیتا ہے۔ تو کیا ہاتھ پاؤں کھلنے پر وہ اس سے مشکل کام کو بھی باحسن وجہ نہ کر لے گا، ضرور کہے گا۔ یہی حمال ارواح کا ہے۔ کہ قیدہ عناصر سے آزاد ہو کر زیادہ طاقت حاصل کر لیتی ہیں۔

تصرف و قدرت و ہمت

انبياء عليه الصلوة والسلام واولياء عظام به عطائى الهى

اس مسئلہ کی تہ میں بھی حقیقت و مجاز کا فرق کارفرما ہے۔ ملاحظہ ہو، قولہ تعالیٰ اَنْتُمْ تَرْعَوْنَہُمْ اَمْ نَحْنُ الذَّارِعُونَ۔ یعنی زراعت کرنے والے تم ہو یا ہم ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فاعل حقیقی وہی ذات باری تعالیٰ ہے اور ہماری طرف افعال کی نسبتیں مجازی ہیں، جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اس زمین کا مالک میں ہوں اور یہ گھر میرا ہے یہ ملکیت ہماری محض مجازی اور اعتباری ہے، اگر ہم اس مجاز کو اڑا دیں اور میرا گھر کی بجائے خدا کا گھر کہیں تو لازم آئے گا کہ میرا بیٹا یا اس کا بیٹا کہنے کی بجائے خدا کا بیٹا اور میری بیوی کہنے کی بجائے خدا کی بیوی کہیں، یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الْحُكْمَ لَلَّهِ، یہ آیت حقیقت پر محمول ہے اور آیات اثباتِ حکم لَعَزَّوَاللّٰہُ مجاز پر محمول ہے جس طرح اس آیت میں اَتَيْنَا هٗمْ خَصًا وَّ عَلَمًا یعنی ہم نے داؤد علیہ السلام کو حکم اور علم دیا۔ یہاں حکم کی نسبت داؤد علیہ السلام سے حقیقی نہیں مجازی ہے۔

اب ہم آیات قرآنی سے ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء کرام و اولیاء سے عظام کو بھی دوسروں کی امداد کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ مدد مانگنے والوں کی باذن اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں۔

آیت ۷۔ وَالصُّرَّتَا فَاِنَّكَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ
(اودھ ہماری مدد کر کہ تو بہترین مددگاروں کا ہے)

آیت ۲. وَفَتْحْنَا فَإِنَّكَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ
(میں نے فتح دے کر تو بہتر فاتحین ہے)

آیت ۳۰. وَاعْفِرْ لَنَا فَإِنَّكَ عَزِيزٌ غَافِرٌ
(جہنم میں معاف کر کہ تو معاف کرنے والوں کا بہتر ہے)

آیت ۴۰۔ وَارْزُقْنَا فَإِنَّكَ خَيْرُ الرَّاٰقِبِيْنَ
(ہمیں رزق دے کہ تو رزق دینے والوں میں سے بہتر

آیت ۵۰: وَاحْفَظْنَا فَإِنَّكَ خَيْرٌ مِّنَّا حَفِظِينَ
 (ہماری حفاظت کر کہ تو حفاظت کرنے والوں میں سے بہتر حفاظت

آیات مذکورہ میں خدا تعالیٰ کے علاوہ بزرگان دین کا دوسروں کی مدد کرنا انہیں فتح دینا بخشش کرنا، رزق دینا اور حفاظت کرنا ثابت ہے۔ مگر مذکورہ اوصاف کا موصوف حقیقی خدا تعالیٰ ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بے طائے الہی ثابت ہیں جو مجازی ہیں۔

آیت ۷۰۔ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْ اُوحِیْ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝
 دکھائیے کہ میں پیدا وزن دیتا ہوں اور اچھا مہمان نواز ہوں۔ ۱۔ یہاں اگر لفظ خیر
 میں حقیقت و مجاز کے فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام صفت
 خیریت میں خدا تعالیٰ سے برابری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ امر واقع اس کے خلاف
 ہے نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو
 جائے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ یہاں آپ کا ضامن ہونا بے طعنے قدرت الہی ہے
 اگر اس سے بھی انکار کیا جائے بھیہا کہ اکثر علماء و مایہ و دیوبندی کی کتب میں مذکور ہے
 تو اس پر کفر لازم آتا ہے۔

آیت ۷۔ وَادْخُلُوا مِنَ الطَّيْرِ إِذْ تُنتَفِخُ فِيهَا
فَكُونُوا طَيْرًا بِإِذْنِي وَتَكُونُ الْأَكْصَىٰ وَالْأُخْرَىٰ بِإِذْنِي وَادْخُلُوا
تَخْرُجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي

داور جب کہ تو مہی سے مثل صورت پرند کے بنانا تھا۔ میری اجازت سے یہ اس

آیت ۷۔ وَادْخُلُوا مِنَ الطَّيْرِ إِذْ تُنتَفِخُ فِيهَا
فَكُونُوا طَيْرًا بِإِذْنِي وَتَكُونُ الْأَكْصَىٰ وَالْأُخْرَىٰ بِإِذْنِي وَادْخُلُوا
تَخْرُجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي

اس میں تو پھونکتا۔ تو وہ میرے حکم سے پسند ہو جاتا (ایسے ہی) اور زاد اندھے اور
برص والے کو میرے حکم سے تو اچھا کرتا تھا، اور میرے حکم سے مَرْدُوں کو زندہ نکالتا
تھا۔

آیت مذکورہ میں چار باتیں مذکور ہوئی ہیں

- ۱۔ جانوروں کا پسید اکٹنا۔
- ۲۔ نابیناؤں کو بینا کرنا۔
- ۳۔ کورھی کو اچھا کرنا۔
- ۴۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

یہ سب صفیں حق تبارک و تعالیٰ کی ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی متصف تھے
اسی مضمون کی آیت سورہ آل عمران میں ہے اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَاتٍ مِّنْ رَبِّکُمْ ۚ اِنِّیْ
اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِّنَ الطَّيْرِ کَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفَخُ فِیْہِ فَاَکُونُ طَیْرًا ۚ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنْبِئْکُمْ
اَلَا کُھْمَہٗ وَ اَبْرَصَ وَ اُحْجٰی الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنْبِئْکُمْ بِمَا کُلُوْنَ وَ مَا تَدْرُوْنَ
فِیْ بُیُوْتِکُمْ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیٰةٍ لِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اِن دونوں آیتوں سے انبیاء
اولیاء کے تصرف و قدرت کے منکروں کی خود بخود بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ روح
پھونکنا، مادر زاد اندھوں اور کوڑھوں کو اچھا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اور آیت میں دیگر بیان
کردہ باتوں کو جاننا صرف خدا ہی کی صفیں ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے وقوع کو اپنی
طرف منسوب فرما رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ کام باذن و عطائے الہی و وقوع پذیر ہوئے،
اور حضرت کی طرف ان کاموں کی نسبت محض مجازی ہے حقیقی بالکل نہیں لیکن جو اصحاب
باذن و عطائے الہی بھی تصرف و قدرت کو غیر اللہ کے لئے نہیں مانتا۔ ان کے حق میں اس کے
علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ کتاب مجید کے بعض حصوں پر تو ایمان لاتے ہیں؛ اور بعض سے
انکار کرتے ہیں اور دھروں کی نکتہ چینی کرتے ہوئے خود جہرم و عصیان کے تاریک گڑھوں میں
جا پڑتے ہیں۔ اگر تصرف و قدرت مجازی طور پر بھی ماسوا اللہ کے لئے درست نہ ہوتا۔ حضرت
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو جو حاجت براری اور مشکل کشائی کے واسطے دُور دراز

کی مسافت طے کر کے ان کے پاس آتے تھے، ضروریہ فرمایتے کہ حاضر ناظر خدا کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے گھر میں بیٹھ کر ہی اپنا کام کر لیا ہوتا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ انبیاء عظیم السلام تبرک و کفر کو مٹانے کے لئے آتے ہیں نہ کہ پھیلانے کے لئے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بزرگانِ دین کو تصرف و قدرت و سمیت بے طوائے الہی حاصل ہے اور ان کے پاس حاجات روانی کے لئے جانا جائز ہے۔ اس کا انکار قرآن پاک کا انکار ہے۔

آيَةُ ٥. وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ حَسْبًا اللَّهُ
سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ط

اور اگر تحقیق منافق راضی ہوتے اس چیز سے کہ دی ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کہ کافی ہے ہم کو اللہ اور قریب ہے کہ اللہ دیکھا ہم کو اپنے فضل سے اور دیکھا پیغمبر اس کا تحقیق ہم کو طرف اللہ کی رغبت کر نیوے ہیں)

آیت ۹۰۔ وَمَا تَقْتُمُوا إِلَّا أَنْعَمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ

اور نہیں دشمنی کی منافقوں نے پیغمبر سے مگر اس واسطے کہ دولت مند کر دیا انکو اللہ نے اور پیغمبر اس کے اپنے فضل و کرم سے۔

ان دونوں آیتوں میں حق تبارک و تعالیٰ کا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسروں کو غنی کرنا مراد دینا اور کافی ہونا مذکور ہے، یہ تصرف و قدرت کی انتہا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرآن پاک سے ثابت ہوتی ہے، بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنبیاں عطا کی گئیں، یہ ظاہر ہے کہ مالک وہی ہوتا ہے جس کے پاس کنبی ہو۔ اس لئے آپ زمین کے خزانوں کے مالک مٹھ رہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آپ نے ربیعہ انصاری کو فرمایا کہ مجھ سے جو کچھ مانگنا ہے مانگو (کَمَا اَذَكَ فِي مَسْئَلَةِ عَلِيٍّ غَنِيًّا)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ایک مکالمہ

عَفَرْنِي مَنْ الْجَنِّ اَنَا اَتَيْكَ قَبْلَ اَنْ تَعُوْمَ مِنْ مَقَامِكَ ۚ دَاخِيَ عَلَيْهِ لَقَوِيْ اَمِنْ ۚ قَالَ
الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ اَنَا اَتَيْكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَدْرَكَكَ الْيَلَدُ طَرَفُكَ ذَكَرْنَا رَاةً مُسْتَقِيمًا

عَنْدَہُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یَبْلُوْنِیْ اَاَشْكُرُ اَمْ اُکْفِرُ وَ مَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یُشْکَرُ لِنَفْسِیْہِ وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ
حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے سردار! وہ کون ہے تم میں ایسا جو لائے پاس بقیس کا تخت پہلے اس سے کہ اوپر میرے پاس بقیس حکم بردار ہو کہ الیٰ یعنی اس کے آنے سے پہلے میرے پاس تخت آنا چاہیے تاکہ اس کی صورت بدل ڈالیں پھر بقیس کی عقل کا امتحان لیں کہ وہ اس تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں!
جواب میں ایک زبردست دیوانے نے کہا کہ میں اس تخت کو آپ کے پاس آپ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے لے لے گا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں تو اس کے جواب میں حضرت آصف برہنہ کھنکھنے لگے کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے وہ تخت لاؤں گا، آپ کے پاس علم کتاب تھا، یا آپ کو انم اعلم یاد تھا، اس بنا پر آپ نے تخت کو طرفہ العین میں لانے کا دعویٰ کیا اور اسے پیش کر دکھایا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھا تو یہ کہا کہ یہ بزرگی میرے رب کے فضل سے ہے الیٰ

اس آیت سے حضرت آصف برہنہ کی قدرت و تصرف کا پتہ چلتا ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک ولی تھے، جب ایک ولی کا یہ حال ہے تو ایک جلیل القدر نبی کا کیا مرتبہ ہوگا، فَاقْضِہُمْ تَقْرِیْرًا پر قیاس کرتے ہوئے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غرق شدہ کشتی نکال دی تو کیا تعجب ہے۔

آیت ملاء قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ مُّبَشِّرٌ لَا اَہْبَ لَکَ
حضرت جبرائیلؑ بیٹا دیتے ہیں
تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب ہے حضرت جبرائیلؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے بنا بنایا بیٹا ہے کہ نہیں آئے تھے بلکہ انہوں نے آستین میں چھونک لگائی تو حضرت مریم علیہا السلام حامل ہو گئیں اور حضرت عیسیٰؑ مقررہ میعاد کے بعد پیدا ہوئے کیا یہ تصرف نہیں؟

آیت ملاء اِنَّمَا وَلِیُّکُمْ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
اللہ اور اُس کا رسول مدد فرماتے ہیں
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُحِقُّوْنَ الصَّلٰوۃَ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُحِقُّوْنَ الصَّلٰوۃَ
اُس کا، اور جو کوئی ایمان لائے ہیں جو کہ قائم کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ رکوع کرنے والے ہیں اس طرح کی اور بھی کئی آیتیں ہیں جن سے انبیاء اور اولیاء کا دوسروں کے لئے دوست اور مددگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

فَالْمَدَدَ بِرَأْسِ اَمْرٍ اَکْبَرٍ کے تحت میں تفسیر بیضی
میں مذکور ہے کہ نفوس زکیہ یعنی اولیاء اللہ ملائکہ تصرف کے قابل تھے
ملاء الا اعلیٰ کی طرح سارے جہان میں لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی کتاب منصب امامت میں لکھا ہے۔

بعض انیس بزرگواران بنا بر اصلاح مطلق بنی آدم مامورانہ اختصاص بہ فرستے از اقوام یا بہ بلدے از بلدان فی دارند، مثل خضر علیہ السلام و ابدال و اقواد و افراد و بعضے دیگر بہ قوم خاص یا بہ بلد خاص یا بہ عکسہ خاص اختصاص میدارند نجباء و قبائل و ایشان را از اہل خدمات مے گویند پس قوم اول ناسبان ملا الا اعلیٰ اند، و قوم ثانی ناسبان مدبریت الامر و چنانکہ گاہے در باب ادعویہ عالیہ و متعالیہ مقررین اختلاف واقع مے شود کہ یکے عروج قوے میخواند و دیگر عروج قوے دیگر و یکے چیزے را ترجیح میدید و دیگر چینی دیگر را دانیان را اختصاص ملا الا اعلیٰ میگویند قال اللہ تبارک و تعالیٰ حکایتہ عن رسولہ و ما کان لی من علیہ بالملاء اعلیٰ اذ یختصمون و باز حق جل جلالہ و حکمتہ بالغہ خود امر مناسب را کہ مصلحت بہشت اجماعے نماید ترجمہ ایں جس طور پر کہ اللہ کے فرشتے دو قسم کے ہیں ملا اعلیٰ و مدبریت امر ملا اعلیٰ کا یہ حال ہے کہ ان کی شان اطلاق ہے یعنی کسی قوم خاص یا شہر خاص کی اصلاح میں خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ ان کی نظر تمام عالم کی اصلاح اور تمام بنی آدم کی

کی خدمت کی طرف متوجہ ہے اور مہربان امر کی یہ شان ہے کہ ان میں سے ہر ایک کسی معین اور مخصوص کارخانہ پر موقوف اور متعین ہے اور ان کی ہمت اسی مخصوص کاروبار کی اصلاح میں مصروف ہے کوئی کارخانہ امر پر موقوف ہے تو کوئی ابراہام میں صورت گئی پر متعین ہے کوئی بنی آدم کی حفاظت پر متعین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کاموں پر موقوف کر رکھا ہے۔ اسی طرح بزرگان دین میں سے بعض بنی آدم کے حال مطلق کی اصلاح کے واسطے مامور ہیں۔ کسی شہر میں یا قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے۔ مثل حضرت علیہ السلام وابدال وافتادہ افراد اور بعض کسی قوم خاص شہر خاص یا شکر خاص کے ساتھ اختصاص رکھتے ہیں مثلاً اقطا ونبھا وافتادہ اور ان کو اہل خدمت کہتے ہیں۔ پس قوم اول نائبان ملاراعلیٰ بن اور قوم ثانی مہربان امر میں جس طرح کبھی ملائکہ مقررین کی دعا سے عالیہ و متعالیہ کے بارہ میں اختلاف واقع ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ایک قوم کا عروج چاہتا ہے اور دوسرا دوسری قوم کی ترقی چاہتا ہے اور ایک ایک چیز کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرا دوسری چیز کا غلبہ چاہتا ہے۔ اس کو اختصاص ملاراعلیٰ کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکایت اپنے رسول کی طرف سے فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مجھ کو معلوم نہیں جب ملاراعلیٰ جھگڑتے تھے اور پھر حق جل وعلیٰ اپنی حکمت بالغہ سے کسی امر کو جو مناسب مصلحت ہوتا ہے۔ جاری کرتا ہے۔

عبارت مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول تمام جہان پر نظر کرنا۔ دوسرا تمام جہان کی اصلاح۔ تیسرا تمام بنی آدم کی خدمت کرنا۔ یعنی ان کی حاجات روائی کرنا۔ اور چہارم بادل برسانا اور رحموں میں نسکھیں بنانا وغیرہ والک۔ یہ سب صفیں خاصہ باری تعالیٰ میں لکھا ہوا تھا کہ لَیْسَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ حَکْمٌ کَیْفَ یَشَآءُ لَیْسَ مَافِی الْاَرْضِ حَکْمٌ اَنْ کُوْنِیَ جَوْعًا تَعَالٰی کے پانچ علوم میں سے ہے کیونکہ ہم میں جب مولود کے جسم میں جان پڑتی ہے تو فرشتہ اسی وقت اس کی عمر سعادت رزق اور شتاوت کے متعلق سب کچھ لکھ لیتا ہے اور تمام جہان میں نظر اور اس کی اصلاح کرنا اس قدر علم و ہمت اور تصرف ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
خواجہ باقی باللہ کا ایک دلچسپ واقعہ

الذی خلقی کے شان نزول میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی توجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ایک روز آپ کے مکان پر کسی مہمان آگئے اور اس روز آپ کے ہاں کوئی چیز کھانے پینے کی قسم سے موجود نہ تھی، لہذا انہیں بہت تشویش ہوئی اور اس کے متعلق تہہ در تہہ کرنے لگے بلکہ نانہائی کی دکان آپ کے مکان سے متصل تھی، وہ اس وقت کی خبر پا کر روٹیوں کا بھرا ہوا ایک مکلف اور مرغینان خود کش کے ساتھ آپ کے سامنے لایا، آپ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، اس نے عرض کی کہ مجھ کو اپنی مانتہ دیکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس بات کا متعلق نہیں ہو سکے گا۔ کوئی اور چیز مانگ لے مگر وہ اپنی دھن کا پکتا پیٹلے مطالبے پر اڑا رہا اور خواجہ صاحب انکار کرتے رہے، آخر کار آپ اس کے اصرار اور عاجزی سے مجبور ہو کر آپ اُسے اپنے حجرے میں لے آئے اور نگاہ تاثیر اتحادی اُس پر کی، جب حجرے سے باہر نکلے تو خواجہ صاحب اور نانہائی کی صورت میں سرخو فرق نہ رہا تھا اور ان کی آپس میں پہچان مشکل تھی، فرق صرف یہ تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور نانہائی بے ہوش، القصد نانہائی نے تین روز کے بعد اُسی سکر اور بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی، دیکھو خدا نے تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کس قدر تصرف کی طاقت عنایت فرمائی ہے کہ دوسرے کو اپنا ہم شکل، ہم جسم اور ہم لباس بنا دیتے ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب کے پیر و مرشد کو حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے فیض قادری و نقشبندی بخشا، اور اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی قوت روحانی وفات کے بعد اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان بزرگوں نے کہاں سے کہاں تک اپنا فیض اپنی توجہ سے پہنچا دیا، مولوی اسماعیل صاحب مقتول دہلوی ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مثل چیلہ خاص کے ہوتے ہیں تمام خلقت سے برگزیدہ خدا تعالیٰ کی سلطنت میں تصرف کرنے والے۔ ان کے لئے یہ کہنا درست اور جائز ہے کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے، یعنی جیسے خدا کا ملک ہے ویسے ہی وہ ہمارا ملک ہے اور نسبت مساوی ہے، نیز مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ عرش سے فرش تک ہر جگہ ہر وقت ہر لمحہ ہر لمحہ

رہے ہیں، نیز یہ بزرگ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور جو کچھ زمانہ مستقبل میں ہونا ہوتا ہے وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں، لوگوں کی مشکلات حل کرتے ہیں، اسی عبارت کی موجودگی میں دیوبندیوں کا تصرف و قدرت اولیاء سے انکار محض جہالت اور ضد ہے جو حقیقت کے خلاف ہے، مولف عقائد اہل حدیث مقرر ہے کہ مومنین اہل برزخ و عالم شہادت برابر ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ باب

علم الہست کا عقیدہ تصرف

زیارت القبور میں اہل برزخ کا تصرف ثابت فرماتے ہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ العزیز اپنی تفسیر مظہری میں تحت آیت وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ فرماتے ہیں إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِيهِمْ قُوَّةَ الْأَجْسَادِ فَيُذْهِبُونَ مِنَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُونَ وَيَنْصُرُونَ أَوْلِيَاءَهُمْ وَيُذْهِبُونَ أَعْدَاءَهُمْ انشاء اللہ تعالیٰ الخ۔ (یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ ان کے روحوں کو قوت جسمانی بخشتا ہے، پس وہ زمین آسمان جنت میں اور جہاں چاہیں جاتے ہیں اپنے دوستوں کی مدد فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ان کی زندگی ایسی زندگی ہے کہ ان کے جسموں اور فنون کو زمین نہیں کھاتی، علماء کی ایک جماعت اس طرف ہے کہ یہ زندگی شہداء سے خاص کی گئی ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ خصوصیت صرف شہداء کی نہیں، بلکہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی شہداء سے زیادہ قوی ہے اور ظاہر میں ان کے آثار اس کے موید ہیں، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہ ہوا، بخلاف شہدار اور صدیق کے، کیونکہ انبیاء درجہ میں شہداء سے برتر ہیں اور صالحین یعنی اولیاء اللہ برحق میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول سے مدلول ہے مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ اور اسی لئے صوفیاء کرام نے فرمایا کہ ہماری رو میں جسم ہیں اور ہماری روحیں ہیں اور بہت سے اولیاء اللہ سے متواتر خیر ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد فرماتے ہیں، اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور مخلوق کو حق تبارک و تعالیٰ کی طرف ہدایت فرماتے ہیں حضرت شیخ احمد مجتہد الف تانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کلمات ارباب نبوت بالوراثت ہیں، اور میں کہتا ہوں کہ وہ حضرات صدیق اور صلحاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایسا وجود عطا کیا جاتا ہے جو بعد موت بھی زندگی کا حامل ہو جس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے، اِنَّ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَالشُّهَدَاءِ وَبَعْضِ الصَّالِحِينَ لَيَحْيَا كُلَّمَا اَلَامَهُمْ اِلٰهٌ يَعْنِي اَنْبِيَاءٌ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ شہدار اور بعض صالحین کے جسم کو زمین نہیں کھاتی، کیونکہ زمین پر خدا تعالیٰ نے انکا کھانا حرام کر دیا ہے، اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَقْرِيرٌ مُّقَرَّرٌ ہے کہ شہدار کے مزارات شریفہ میں سے خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شہدار کے مزارات شریفہ میں سے خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنی گئی اور حبیب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس راستہ سے نہر کھدوائی تو فرمایا کہ جس جس کے شبید یہاں مدفون ہیں، اٹھالیں، پھر جب اُن شہدار کے جسم دیکھے گئے، تو ویسے ہی زندوں کی طرح نظر آئے، جسم پر انگشت رکھنے سے خون بدن اور ہر اُوھر ہو جاتا، اور کفن بھی ویسے ہی نئے معلوم ہوتے، جسموں سے کتوری کی خوشبو آتی تھی حالانکہ ان کی شہادت کو چھپالیں برس ہو گئے تھے۔ امام بغوی نے عبید بن عمیر سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احد سے واپسی پر مسعب بن عمیر کے مزار مقدس کے پاس سے گزرے پھر آپ وہاں ٹھہر گئے اور ان کے لئے دعا فرمائی اور آیت پڑھی مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ شہدار ہیں تم ان کے پاس آؤ، ان کی زیارت کرو اور انہیں سلام کرو مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کوئی انہیں سلام کرے گا وہ اس کا جواب دیں گے، قیامت تک ایسا ہی رہے گا اور ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں، ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُكَ بِمَكَّةَ وَبَابِهَا رَقِي حَلَّةٌ وَلَا أَحْسَنَ لِمَنْ مَنَّا يَعْنِي میں نے تم کو مکہ میں دیکھا، اور اب حالیکہ دروازہ اس کا شفاف اور مزین تھا، اور نہیں دیکھا، میں نے تجھ سے بہتر کانوں کے نیچے رکھے ہوئے بالوں والا، اور فی سبیل اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لفظ جہاد یعنی لڑائی کرنا عام ہے اور اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو امور خیر میں سعی بلیغ کرتا ہو، اُفوت ہوا، اگرچہ لفظ قتل اس پر عام نہیں ہوتا، لیکن وہ دلائل اس میں داخل ہے بطریق اولیٰ یا بالساوات یا بالتقاسیم، کیونکہ اپنے نفس کے ساتھ لڑائی کرنا جہاد اکبر ہے جو جہاد اسغر سے دشوار اور سخت تر کام ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اکبر کرنے والے اولیاء بھی مرتبے میں شہداء کے برابر ہیں اور اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے

ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا نظریہ
وَالَّذِينَ آوَدَا وَتَصَرُّوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَّ

بَعْضُ كے ترجمے میں فرماتے ہیں

”وَأَمَّا نَكَمْ جَاءَ دَاوُدَ وَتَصَرَّفَ كَرْدَنَدِ اِيں بَعْضُ اِيْشَانْ كَارِ سَارِ بَعْضِ اَنَد“

اس سے ایک دوسرے کا کام بنانا، کار سازی کرنا، نصرت و مدد کرنا دو اہم ثابت ہوا۔ طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندور اور ابن عساکر نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ دونوں شہر مدینہ اور امام حسینؑ اور امام حسینؑ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور التجا کی کہ آپ انہیں کچھ عطا فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کے لئے تو میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حرارت و گرمی عطا کر ایسی تھیں جو بظاہر مانگے میں نظر تو نہیں آتیں، مگر فی الحقیقت انہیں یوں اور آپؐ موعظی ثابت ہوئے۔

حضور کے اسماء گرامی میں تصرف
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اسماء گرامی ہیں اور ہر اسم سے آپ کا کوئی نہ کوئی

تصرف ہی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ حضورؐ نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا۔ خدا کی قسم آپ کی حمایت کرتا اور آپؐ کے لئے لوگوں سے رزق جھگڑاتا تھا۔ فرمایا: وَجَدْتُ فِي غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَاخْرَجْتَهُ اِلَى ضَوْجَانِجٍ یعنی میں نے اس کو سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اسے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوزخ میں نظر فرمانا اور اس کی کما حقہ مدد فرمانا، کتنا بڑا تصرف ہے، اور اسی مضمون کی حدیث بنار و ابو یعلیٰ اور ابن عدی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حضور کی دعا سے قبریں روشن ہو گئیں
ایک اور حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے حضورؐ کی دعا سے قبریں روشن ہو گئیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی دعا سے روشن کر دیتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میلہ کذاب کے ذکر میں فرمایا کہ خوش ہو اگر وہ نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہوا تو اللہ اور اس کا رسولؐ تمہارے لئے کافی ہے، حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

الْبَشَرُ وَافِي خُرُجِ وَافِي بَيْنِ اَظْهَرَ كَمْ فَاللَّهُ كَاخِي كَمْ دَرَسُوهُ، یہاں سخت ترین اعدا کے مقابلے میں اللہ اور رسولؐ کو کفایت فرماتے والا بتایا گیا ہے،

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے اپیل کی کہ اپنے مال کا کچھ حصہ راہ حق میں دیں۔ جملہ صحابہ کرام اپنی اپنی استطاعت و ہمت کے مطابق کچھ مال لے آئے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر سے ہو چھوٹی بڑی چیز لے آئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ اہل خانہ کے لئے بھی کچھ چھوڑا یا نہیں تو آپؐ نے جواب عرض کیا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔ علامہ اقبالؒ نے اس مضمون کو اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے ببل کو پھول بس

صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ عزیز ہے جسے اللہ نے اور میں نے نعمت دی (رواہ ترمذی) اس میں آپؐ نے اپنی ذات کو منعم قرار دیا یہ حدیث مضمون میں اس آیت سے موافق ہے۔
اَنعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ (انعام کیا اُس پر اللہ تعالیٰ نے اور انعام کیا اس پر آپؐ نے)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا (رواہ ابو داؤد) حکم ایسا اس آیت کے مطابق ہے، کما قولہ تعالیٰ اِنْ اَعْنَاهُمْ اَللّٰهُ رِزْقٌ مِنْ فَضْلِهِ نِزْرًا فرمایا اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ وَرَسُوْلُهُ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، بیشک تشریف لایا تمہارے پاس وہ رسولؐ جو ضعف و کمالی سے پاک ہے تاکہ وہ

غلام چڑھے ہوئے دلوں کو زندہ کر دے اور اندھی آنکھوں کو کھول دے۔ بہرے کان کو شنوا کر دے اور ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا کر دے حتیٰ کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک خدا کے سوا کسی کی پرستش درست نہیں درواہ داری اس میں آپ کا سمیع، بصیر حتیٰ اور ہادی ہونا ثابت ہے قرآن مجید میں ہے فَاجْعَلْنَا سَمِيعًا وَبَصِيرًا۔

طبرانی معجم کبیر میں ہے سیدنا جابر عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ رَأَى الَّذِي صَلَّاهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الشَّمْسُ فَتَاخَرَتْ سَاعَةً وَنُفَسًا لَهَا، یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر تک چلنے سے باز رہے وہ ٹھہر گیا، نیز چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس سے آپ کا آسمان پر بھی تصرف ثابت ہوتا ہے اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ خدا سے تعالیٰ جل شانہ، آپ کو یوں خطاب کرتا ہے کَلِمَ يَطْلُبُونَ رِضَايَ وَانَا اطْلُبُ رِضَاكَ قُرْآن مجید میں ہے وَكَسَوْتُ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ نِز فرمایا فَلَوْ لَدَيْنَا قَبْلَةٌ تَرْضَاهَا وَغَيْرُهُ ذَالِكَ۔

حضرت موسیٰؑ بوزھی عورت کو جنت دیتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا کے عبور کرنے کا حکم ہوا تو آپ دریا کے کنارے پہنچے مگر سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ خود بخود لوٹ آئے موسیٰ نے بارگاہ الہی میں عرض کی کہ ایا کیوں ہوا، خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو ان کا جسد مبارک بھی ساتھ لے لو۔ موسیٰ کو قبر کا پتہ نہ تھا۔ اس لئے پوچھنے لگے۔ ایک بوزھی عورت کو پتہ معلوم تھا لیکن وہ کہنے لگی لَا وَادَّلَهَا حَتَّىٰ تُعْطِيَنِي مَا أَسْأَلُكَ۔ یعنی خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی جب تک آپ مجھے جو کچھ میں مانگوں عطا نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذَالِكَ لَكَ یعنی تیری عرض قبول ہوئی۔ پھر عورت نے کہا فَإِنِّي أَسْأَلُكَ عَنِ الْوَجْهِ الَّذِي تَكُونُ فِيهِ فِي الْجَنَّةِ یعنی میں حضور سے سوال کرتی ہوں کہ جنت میں میں اس درجہ میں جاؤں جس میں آپ ہوں گے آپ نے فرمایا جنت مانگ لے تیرے لئے یہی کافی ہے لیکن عورت پہلی بات پر اصرار کرتی اور آپ بھی اس میں رد و بدل کی نکتہ میں مصروف رہے کہ اتنے میں حکم الہی نازل ہوا۔ اعطھا

ذَلِكَ فَانَّهُ لَنْ يَنْقُصَكَ شَيْئًا یعنی اسے وہی عطا کر دو جو کچھ مانگتی ہے اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمادی، پھر اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتادی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بوزھی عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کارخانہ الہی کا مختار تسلیم کر کے جنت میں اعلیٰ درجہ طلب کیا۔ اگر یہ شرک تھا تو آپ نے باوجود جلالت و بیہیت کے اُسے کیوں نہ روکا۔ ایسا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اعتقاد تھا لیکن افسوس کہ وہابیوں کا خیال ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادی کو دوزخ سے نہیں بچا سکتے تو اوروں کو کیا بچا سکیں گے، یہ بہت بڑی گمراہی ہے، ان لوگوں کو قیامت کے دن شیطان بھی روکھا جواب دیجھا اور یہ سرسپہ نامتہ رکھ کر چلا میں گے۔

ماز یاراں چشم یاری داشتیم خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جو کچھ مانگو دوں گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوازن کی غنیمتیں جن میں تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا، ارشاد ہوا صدقت فاحتکم ما شدت یعنی تو نے سچ کہا جو جی میں آئے مانگو..... عرض کی، اسی دینے اور ان کو چرانے والا غلام عطا ہو، آپ نے ایسا ہی کیا اور فرمایا ولصاحبتہ موسیٰ التي دلت علی عظام یوسف کانت اخرم منك حين حکما موسیٰ فقالت حکمی ان ترد فی شابۃ وادخل معک الجنۃ یعنی بیشک موسیٰ والی وہ صاحبہ جس نے انہیں یوسفؑ کا تابوت بتایا تھا، تجھ سے زیادہ دانش مند تھی جبکہ اسے موسیٰ نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے اس نے کہا میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس فرمادیں، اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں چنانچہ ویسا ہی ہوا، جیسا کہ وہ چاہتی تھی، حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس حالت میں منکر بن تصرف کی ناک کٹ گئی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کی جوانی لوٹا دی۔

حضرت آدمؑ نے حضرت داؤدؑ کو اپنی عمر عطا کی ایک طویل حدیث میں ترمذی اور حاکم نے ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور

ابوداؤد طیالسی و امام احمد و ابن سعد و طبرانی بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر سے چھ سال عمر عطا کی اور امام حمادی کے آثار میں ہے، حدیث ابن مرزوق حدیثنا ازہر السماء عن ابن عوف عن محمد قال قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لئن راقب الارض یعنی حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زمین کے مالک ہم ہیں، نیز لکھا ہے، بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی عثمان یستعینہ فی جیش العسرت فبعث الیہ عثمان یحسرتہ الدف دینار الخ یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ تبوک کے لئے لشکر کو تیساریں کا حکم دیا تو اس وقت مسلمان تنگی اور محنت کی حالت میں تھے لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت فرمائی۔ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار اشرفیاء حاضر کیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان اللہ تعالیٰ تیری طاہر اور باطن سب خطائیں آج سب بے کر قیامت تک جو کچھ کہ تجھ سے واقع ہوں معاف فرمائیے، روایت کیا اس کو ابن عدی اور دارقطنی اور ابوالنعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت خدیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں وہابی غیر خدا سے امتاعت کو شرک تو نہیں سمجھیں گے اور اِنَّا کَ سَتَجِدُنَ کے بارے میں کیا کہیں گے اسی طرح ایک مہری کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پناہ مانگا اور حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عمرؓ سے استغاثہ کرنا مذکور ہے اور علامہ ابن حارج اپنی کتاب مدخل جلد اول مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۲۶ میں وَلَقَدْ رَأٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِمْ الْکُبْرٰی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، قال علماءنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم رآی صوۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام فاذا جوع ورس المملکۃ فمن توسل بہ او استخات بہ او طلب حوائجہ منه فلا یدر واد یغیب یعنی ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عروس مملکت کے بلوکس میں مشاہدہ فرمایا پس جو شخص آپ کے ساتھ توسل یا استغاثہ کرے گا، یا اپنی حوائج آپ سے طلب کرے گا۔

تصرف انبیاء پر متکبرین کے اعتراضات

آیت نمبر ۱۔ قل ادعوا ملک نفسی نفعاً و
 لا ضرراً الا ما شاء اللہ، یعنی تو کہہ
 اور اُن کے جوابات دے کہ میں مالک نہیں، اپنی جان کے بھلے کا، اور نہ
 برائی کا، آیت مذکورہ میں نفی ملک حقیقی کی ہے، نہ کہ ملک مجازی کی، نیز آیت میں تجرید نفی ملکیت
 سے اثبات بحرف الا ولفظ استثناء موجود ہے یعنی الا ما شاء اللہ کیونکہ اگرکہ نفی ملک مجازی
 کی ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام لا املک لنفسی واضح نہ فرماتے یعنی اپنے نفس اور اپنے بھائی
 کی نفس کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرتے، اس آیت کو نفی تصرف کے ثبوت میں پیش کرنا نہری
 جہالت ہے۔

آیت نمبر ۲۔ اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰہِ لِقَضِ الْحَقِّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاعِلِیْنَ -
ہمارا بھی یہی ایمان ہے کہ حاکم حقیقی خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، مگر حکام مجازی
سے انکار کرنا حاکم حقیقی کا انکار ہے، کیونکہ حاکم مجازی کا وجود اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ
حاکم حقیقی کا وجود کلیتہً ثابت ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کے لئے خدا کے تعالٰی
کے خلیفہ اعظم ہیں، اور دیگر خلفائے راشدین آپ کے خلفاء تھے، تو کیا آپ کو حاکم تسلیم نہ
کیا جائے یا آپ کے حاکم تسلیم کرنے سے خدا تعالیٰ کے حکم کی نفی ہوتی ہے۔ عاشاً وکللاً ایسا
برگزنہ نہیں، یہ محض منکرین کا دھیل اور فریب ہے، جو محض بد اعتقاد کی بنیاد پر ہے۔

آیت نمبر ۳۲۔ لیس۔ لك من الامر شيئاً اوتوب عليهم اوعذبهم فانهم ظلمون،
آیت مذکورہ بھی اپنی حقیقت پر محمول ہے، ورنہ امر کے مجازی سے انکار لازم آئے گا، بقیہ مضمون
قولہ تعالیٰ هذا عطاءنا فامنن او امسك بغیر حساب کی تفسیر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے مختار فی الامور ہونے کے باب میں آئے گا۔

آیت نمبر ۴۔ اِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ فَمَا كَاشَفُ لَهُ الْاَهْوَاءَ وَانْ يَمْسَسْكَ بَخِيرٌ
فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہمارا بھی ایمان ہے کہ حقیقی کاشف الضر بجز ذات باری کے اور
کوئی نہیں، ورنہ ہزار ہا چیزیں ضرر رساں اور نفع بخش موجود ہیں اور ہم ہر روز کہتے رہتے ہیں
کہ ہمیں فلاں چیز یا فلاں آدمی سے نفع یا نقصان حاصل ہوا، اشخاص یا اشیاء کا نافع یا مضر

ہونا امر الہی سے ہے، حقیقی طور پر نفع و نقصان کی مالک وہی ذات باری تعالیٰ ہے جس کے ہاتھ میں سب طرح کی طاقتیں ہیں اور منکرین مجازی نافع و مضر چیزوں کا انکار کر کے ذات حقیقی کا انکار کر رہے ہیں، کیونکہ جو آدمی سورج کو نہ مانے اور اس کی شعاعوں یا خامتیوں مثلاً حرارت اور روشنی کا انکار کرے، وہ دراصل سورج کا ہی منکر ہے۔

آیت نمبر ۶۔ ومن یرد اللہ فتنۃ فلن تملک لہ من اللہ شیئاً۔

اس آیت میں بھی لا املک لنفسی نفعاً کی طرح ملک حقیقی کی نفی ہے۔ ملک مجازی کی نہیں۔

آیت نمبر ۷۔ ان تخرص علیٰ ہذا ہنر فان اللہ لا یہدی من یضل و مالہم من ناہدین۔ یعنی اگر آپ ان کی ہدایت پر زیادہ حرص کریں، پس اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرے، ہدایت نہیں کرتا، اور ان کے لئے کوئی مدد کنندہ نہیں ہے۔

آیت مذکورہ میں نفی ہدایت حقیقی کی ہے ورنہ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمنامے امت اور مادی ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں ہے، انک لا تہدی الی صراط مستقیم، پس اگر یہاں حقیقت و مجاز کے فرق کو مد نظر نہ رکھا جائے تو یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض کا مصداق ہونا پڑے گا۔

آیت نمبر ۸۔ مالہم من دونہ من ولی ولا یشئ فی حکمہ احدا و اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔ اس آیت میں کفار کا ذکر ہے کہ ان کا کوئی ولی یعنی مددگار نہیں۔ اور ولایت غیر اللہ مجازاً مسئلہ تصرف میں واضح ہو چکی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی نہیں اس کا میں ولی ہوں۔

آیت نمبر ۹۔ قل انی لا املک کلمۃ ہنر ولا یشئ۔ آپ کہیں کہ میں تمہاری رشد و ہدایت کا مالک نہیں ہوں، اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو ملک حقیقی و مجازی میں اوپر گزر چکا۔ جن آیات کے مصداق کفار اور ان کے بت ہیں۔ ان کو اولیاء اللہ اور انبیاء پر چسپاں کرنا۔ منکرین مکذبین کا ہی کام ہے۔ امام ابو بایہ مولوی اسماعیل مقول دہلوی

اپنی تالیف "تقویۃ الایمان" میں جس کی تصدیق مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی ہے، لکھتے ہیں "پھر خواہ یوں سمجھیں کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ویسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے جیسا کہ

نظر میں عبارت قرآن شریف نفوذ باللہ شرک سے بھرا پڑا ہے، وہابیوں کو ایسی شرک آموز کتاب سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مولوی محمد کھوی اور ان کے پیروں نے بھی مولوی اسماعیل صاحب کی تقلید میں بیابان غلالت و جہالت میں سرگرداں ہیں ان کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ کے عطا کرنے سے انبیاء و اولیاء کے لئے قدرت و تصرف ثابت کرنا شرک ہے صریح آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے، وہ آیات و احادیث جن سے تصرف و قدرت باعطاء الہی ثابت ہے، اوپر مذکور ہو چکیں، ان کو پرہیز کریں اور منکرین کے اعتقاد کا یوں ملاحظہ کیجئے۔

اب ہم منکرین پر اتمام حجت کے لئے مؤلف عقائد مولوی وحید الزماں کی شہادت اہل حدیث رئیس غیر مقلدین مولوی وحید الزماں کی کتاب ہدیۃ المہدی جلد اول سے کچھ عبارات نقل کرتے ہیں جو اس نے محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے جواب میں لکھی ہے۔

اما لفعل ہذا الافعال بل اشد منها کالسجدة والركوع والطواف لا بطریق العبودیۃ لہ سے لے کر و نحو ہذا من الاسنادات کثیر فی الکلام اللہ و رسولہ ایک تمام عبارت کا ماحصل یہ ہے، اگر کوئی ان افعال میں سے کوئی فعل کرے، بلکہ ان سے سخت افعال مثلاً سجدہ، رکوع اور طواف کا مرتکب ہو جو بہ طریق عبادت نہ ہوں، اور ماسوا اللہ کو فاعل مختار اور قادر بالاستقلال خیال نہ کرے بلکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اس چیز یا شخص کو اعطاء الہی کے بغیر ذاتی اور مستقل طور پر کسی امر عظیم یا سیر پر تصرف و قدرت حاصل نہیں، اور خدا کی طرف سے اس کو اس کام کے کرنے کا حکم ہوا ہے، اور اس کا یہ تصرف بھی منجانب الہی ہے۔

نیز یہ کہ خدا نے اس کام کے لینے کا ارادہ اس سے کیا ہے اور مرتکب کا قصد ان افعال سے شعائر الہیہ کی تعظیم و تحیت ہے، اور یہ تعظیم و تحیت خواہ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ نشانیوں کے لئے ہو یا عباد مقربین صابین کے لئے، اس حالت میں مرتکب افعال کو شرک کا مجرم نہیں کہا جائے گا۔

بوجہ اس نیت کے جو اس کے اور خدا کے درمیان ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے ومن یحکم شعائر اللہ فانہما من تقوی القلوب ومن یعظم حرمت اللہ فہو خیر لہ عند ربہ اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا تو آپ نے اسے تجدید ایمان کا حکم نہ فرمایا بلکہ آپ نے صرف منیٰ تک اختصار فرمایا اور ایک روایت میں وارد ہے کہ جنتی لوگ انہیں اپنے گھروں کو قائم رکھنے کے لئے سجدہ کریں گے (یعنی بطور شکرانہ نعمت) اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ حجر اسود کو چوستے ہیں۔ صفا و مروہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ پھر ہم ان افعال کو شرک سمجھنے کی بجائے ان کو ثواب کی توقع رکھتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی الموقی باذن اللہ فرمایا، یعنی میں خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں، صفت احیاء کو جو صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، اپنی طرف منسوب فرمایا لیکن باوجود اسکے وہ شرک و کفر کے مرتکب نہیں ہوئے نیز خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، لَخَرَجَ النَّاسُ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بَاذَن رَّبِّہُمْ نیز فرمایا یُخْرِجُہُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بَاذَنہ یعنی تو آدمیوں کو ان کے رب کے اذن سے اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اندھیرے سے روشنی کی طرف لے جانا بھی صرف خدا ہی کا وصف ہے لیکن یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو رہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حکم ہوا۔ اُخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ یعنی اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لے جا، اور خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے نے مریم علیہا السلام کو کہا یَذْهَبْ لَکَ عَلٰکَ مَا کُنْتَ لَکِ یعنی میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تجھے پاکیزہ بیٹا بخش جاؤں، تمام دنیا جانتی ہے کہ اولاد بخشنا صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے مگر یہاں جبرائیل علیہ السلام اسے اپنی ذات کی طرف منسوب فرما رہے ہیں چونکہ ان کا کہنا اور بیٹا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے یہ کفر و شرک میں شامل نہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا لَقَمُوا اَنۡ اَعۡنَاہُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔

پس صفت اغنا کو جو صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اسے اللہ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے بھی منسوب فرما دیا۔ ان نسبتوں کی طرح خدا اور اس کے رسول کے کلام میں اہد بھی کئی نسبتیں ہیں یعنی قرآن وحدیث میں اس قسم کی کئی عبارتیں ہیں۔

عقائد اہل حدیث کے مولف نے قرآن وحدیث سے بطلان الہی غیر اللہ کے فیصلہ آپ کیسے لئے قدرت وتصرف ثابت ہوتا تسلیم کیا۔ اہل سنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن وہ بھی غیر اللہ کے لئے قدرت وتصرف کو بالذات نہیں مانتے۔ بطلان الہی ہی تسلیم کرتے ہیں۔ مقربان الہی کے کام ہمیشہ رضائے الہی کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایسا کہنے اور کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور ہر وقت اذن لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے تو کشتی توڑتے وقت فرمایا اَرَدْتُ اَعِیۡنَکَ یعنی میں نے ارادہ کیا کہ اس کشتی کو عیب دار کر دوں اس جگہ آپ نے اپنی ذات سے خدا کی صفت ارادت کو منسوب کر لیا، یہ کام اور اقوال محض مجازی طور پر دوسروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں حقیقت میں ان کا تعلق ذات الہی سے ہی ہوتا ہے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ خدا کو ہی مان اور کسی کو نہیں اوروں کو ماننا محض خطا ہے۔ آیات قرآنی کو لکھ کر ان کے ضمن میں ایسے خانہ ساز فائدے لکھ دیئے جنہیں قرآن مجید سے کچھ تعلق نہیں بلکہ خلاف میں۔ قرآن پاک میں ہے کَلَامِنۡ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکِتٰبِہٖ وَرُسُلِہٖ نیز قَوْلُ اللّٰہِ یُؤْمِنُوۡنَ بِمَا اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَا اُنۡزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْآخِرَةِ ہُمْ یُوقِنُوۡنَ۔ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق مسلمان اس کے علاوہ ملائکہ کتب سماوی انبیاء کے کلام اور روز قیامت کو بھی مانتے ہیں اور یہ بات ان کے ایمان میں داخل ہے مگر وہ مایہوں کے خیال میں سوائے خدا دوسروں کو ماننا خطا ہے گویا ان کے زعم فاسد میں قرآن مجید میں شرک کی تعلیم ہے دلغوز باللہ من ذالک اچھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو چھوڑ دیا اور اس کی بجائے تقویۃ الایمان سے تمسک کر لیا۔ اسی طرح تخفیف کرتے کرتے کوئی دن آتا ہے کہ انہیں خدا کو بھی ماننے کی ضرورت نہ رہے گی۔ صراط مستقیم میں مرشد کے متعلق لکھا ہے۔

”ازال جملہ شدت تعلق قلب است بمرشد خود استقلال یعنی نہ بآن ملاحظہ کہ ایں شخص ناوداں فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ بحیثیت کہ متعلق ہماں میگردد، چنانکہ بچہ از اکابر ایں طریق فرمودہ کہ اگر حق جل و علا در کسوت مرشد من تجلی فرماید مرا بینہ

مرا باو التفات در کار نیست الخ۔

اس کا ترجمہ بھی غیر مقلد کا کیا ہوا نقل کیا جاتا ہے، منجملہ آثار حب عقیتہ کے اپنے مرشد کے ساتھ دل کا تعلق شدید ہو جاتا ہے یعنی نہ اس لحاظ سے کہ یہ شخص حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے فیض کا ذریعہ ہے اور اس کی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ خود مرشد ہی سے عشق کا تعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریق کے بزرگوں میں سے ایک شخص کا مقولہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے تو البتہ میں اس کی طرف بھی التفات تک نہ کروں گا یعنی مرشد کی حضور میں التفات تک نہ کرنا کہاں اور انبیاء و اولیاء کو بھی نہ مانا کہاں ہیں تفادیت راہ از کجا است تا کجا۔ نیز اسی صراط مستقیم میں ہے کہ خدا تعالیٰ کے محبوب چلیہ خاص کی مانند مالک کے ملک میں تصرف و اختیار رکھتے ہیں اور مثل ملائکہ بزرگوار کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔ کلام کا یہ تضاد اسماعیل دہلوی کے کلام میں ہی پایا جاتا ہے، خدا تعالیٰ کے کلام میں ایسا متصور نہیں نیز اس نے لکھا ہے کہ ہر طالب کے نفس کا بل کو جذب رحمانی کی موجیں دریا سے احادیث میں کھینچ لے جاتی ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں اس نے آگ اور لوہے کی مثال بیان کی ہے جب طالب دریا سے احادیث کی موجوں میں غوطہ زن ہوتا ہے تو ہدائے انا الحق دل میں فی جنتی، سواي الله اس سے صادر ہوتی ہیں۔

اور یہ حدیث قدسی بھی اسی امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے، سمعہ
ایک حدیث قدسی اللہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یشہد بہ ویدہ الذی

یبطش بہا در جلدہ الہی یمشی بہا۔

ایک روایت میں اسی حال کی حکایت ہے وہ یوں ہے۔ خبردار اس معاملہ پر تعجب و انکار نہ کرنا کیونکہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے انا اللہ رب العلمین سرزد ہوتی تو پھر اشرف الموجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ و تعالیٰ کا نمونہ ہے۔ انا الحق کی آواز آئے تو کوئی تعجب کا مقام نہیں اور عجیب عجیب خوارق کا صدور اور قوی تاثیرات کا ظہور دعاؤں کی قبولیت اور آفات و بلیات کا دفعیہ اسی تمام کے لوازمات میں سے ہے اور اسی معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں میں بھی موجود ہے۔

لأن سألنی لا عطینہ ولا من استعاذنی لا عیذ نہ۔ یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دوں گا۔ اگر مجھ سے پناہ مانگے تو ضرور اسے پناہ دوں گا اور اسی کے لوازمات میں سے یہ بھی ہے کہ صاحب حال کے دشمنوں پر اور بداندیشوں پر وبال و مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں چنانچہ حدیث قدسی میں ہے، من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب۔

کسی نبی یا ولی کو دور و نزدیک و الجماعت کے نزدیک یہ پکارنا جائز ہے، اہل سنت سے بخطاب حاضر پکارتا۔ الہی سمعنی کی صورت میں ہوگی، اگر بغرض عبادت

کسی نبی یا ولی کو پکارا جائے تو پکارنے والا مشرک ہو جائیگا، کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش جائزہ نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ لا تشرکوا بحدی پس عرب ملائکہ کی اور بتوں کی پرستش کرتے تھے، یا یہود و نصاریٰ حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو خدا تعالیٰ کا میٹا کہتے تھے، اور ان کے متعلق غلط اعتقاد رکھتے تھے۔

دعا کا لفظ اپنی مختلف حالتوں میں کئی معنی میں مستعمل ہے، جہاں یہ لفظ بمعنی عبادت استعمال ہوا ہے وہاں خدا کی عبادت کے سوا کسی اور کی عبادت کو جائز سمجھنا شرک ہے، اور جہاں یہ لفظ پکارنے کے معنی میں آیا ہے وہاں اس کا مفعول غیر اللہ بھی ہو، تو اس میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی، ہم ذیل میں چند آیات نقل کرتے ہیں جن میں یہ لفظ پکارنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ والاسئل اذا دعاکم لما یحییٰکم۔

اے وہ کوئی کہ ایمان لائے ہو تم قبول کرو تم خاص اللہ کے حکم کو اور پیغمبر کے

حکم کو جس وقت بلائے تم کو پیغمبر طرف اس چیز کے کہ زندہ کرتی ہے تم کو یعنی علم

دین کا کہ سبب زندگی دل کی اس سے ہے، یا عقائد صحیح اور اعمال نیک کہ حیات

ابدی کو پہنچاتے ہیں بہشت میں یا جہاد ہے کہ سبب زندگی اور بقا کا ہے کہ نہ کریں تو دشمن

غالب ہو کر ہلاک کرے (موضع القرآن)

(۲) قالت ان اری یدعوک لیجزيک اجر ما سقیتہ کنا۔

اگر اس لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہ باپ میرا بلاتا ہے تجھ کو تاکہ بدے دے
تجھے عوض اس کے جو پانی پلایا تو نے ہماری دُشمنیوں کو (موضح القرآن)

(۳) ثُمَّ إِذَا دَعَاكَ دَعْوَةً مِنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمُ تُخْرَجُونَ۔

ا پس جس وقت بلائے تم کو اسرا فیل ساتھ نفعہ اخیر کے، حتی بلائے کا یعنی آواز دے
کہ مرد و باہر آؤ زمین سے اس وقت تم باہر آؤ قبروں اپنی سے اور وہ باہر آنا قبروں
سے، اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔

(۴) وَلَقَدْ نَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ

اور پکارا ہم نے کہ اے ابراہیم۔

اسی قسم کی کئی آیات اور بھی قرآن مجید میں موجود ہیں، جن میں نذا اور دعاء کے الفاظ
پکارنا کے معنی ہیں آتے ہیں لیکن ان میں پکارنا کے معنی عبادت نہیں، ہاں جہاں مخاطب بُت
ہوں وہاں یہ لفظ پرستش کے مفہوم میں ہوگا کیونکہ کفار بتوں کے پرستار ہوتے ہیں مگر کوئی
مسلمان کسی نبی یا ولی کی عبادت نہیں کرتا اور نہ بُت سازی اس کا وتیرہ ہے تو ایسی صورت
میں خواہ مخواہ اس کی طرف یہ الزام مقوینا ہے کہ تم بتوں کی پوجا کرتے ہو یہ الزام محض جہالت
کی پٹا پر ہے۔

ان آیات میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جبکہ پکارنے والے کا مقصد عبادت
نہ ہو، ناجائز نہیں، ہم روزمرہ کے کاروبار میں باہمی امداد و استمداد کے لئے ایک دوسرے
سے خطاب کرتے رہتے ہیں، اور یہ خطاب باوجود غیر اللہ کی طرف ہونے کے شرک انگیز نہیں سمجھا
جاتا، تو کوئی وجہ نہیں کہ نبی اور ولی کو مخاطب کرنا شرک سمجھا جائے، دراصل الیکدان کا تصرف و
اعانت روحانی زندوں سے بھی بدرجہا زیادہ ثابت ہو، تصرف کے متعلق گذشتہ باب میں
بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اسی کے متعلقہ مسائل میں آئندہ ابواب میں بھی بہ تفصیل بحث کی
جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں صرف ہم خطاب کا جواب ہی کریں گے؟

قرآن مجید میں آپ کو متعدد مقامات پر مختلف القاب سے صریح خطاب پکارنا۔
مثلاً: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ، يَا أَيُّهَا السَّادُّ، وغیرہ

ان آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس سے بہ سینہ حاضر باری تعالیٰ نے خطاب
کیا ہے، اور یہ خطاب قیامت تک قائم ہے۔ کروڑوں مسلمان جو قرآن مجید کی ہر روز تلاوت
کرتے ہیں، ان الفاظ کو دہرا کر اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے ہیں اور کام دہن کو پاک کرتے ہیں،
اگر اس پکار سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرستش کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو اس کی صاف
تصریح کی جاتی، اور ممانعت فرمائی جاتی، مگر اللہ تعالیٰ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ مومنین
کو حکم دیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عزت و عظمت سے پکارا کریں۔ عوام کی طرح آپ کا نام
نہ لیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے، لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ كَدَعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

ابولیت نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت میں معلم الخیر کی
توقیر کا بیان ہے اور یہ ممکن نہیں کہ معلم شر (شیطان) دنیا میں ابد تک موجود رہے لیکن معلم خیر
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کو فنا کی نذر تسلیم کر لیا جائے کیا نبی نور انسان کے ساتھ
خدا تعالیٰ کی دعوہ باللہ یا نہ انصافی نہیں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسی نہیں جسے فنا کا ہاتھ ابدی نیند سلا دے، بلکہ
آپ کی زندگی ایسی اکمل اور مکمل ہے کہ اُس نے فنا کو بھی حکم الہی زندگی بخش رکھی ہے۔

ایک حدیث میں جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے
سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک
نابینا کو دعا تعلیم فرمانا مذکور ہے، اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن مغریب صحیح اور طبرانی و
بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا، امام حافظ الحدیث زکی الدین
عبد العظیم منذری وغیرہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و بہر قرار رکھا۔

آپ نے نابینا کو حکم دیا، کہ نماز پڑھنے کے بعد یوں دعا مانگے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَالتَّوْحِيدَ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي

الْوَجْهَ إِلَيْكَ الْيَسَّرَ فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِيَقْضِيَ لِي اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ، يَعْنِي
يَا إِلَهِي مِثْلَ تَجِدُ سَائِلًا أَوْ تَسْتَسْتَعِينُ مِنْهُ، بِيَسْئَلُكَ اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ، يَعْنِي
جُونِي الرَّحْمَةِ مِثْلَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ مِثْلَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ مِثْلَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ مِثْلَ،

کرتا ہوں، تاکہ میری حاجت روائی ہو، الہی انہیں میرا شفیع بنا اور ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث منفرد میں خدا کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعانت والتجارت کا ثبوت بھی ملتا ہے، حصین حصین شریف میں لَتَقْضَىٰ لِي بِصَيْغَةٍ مَعْرُوفٍ بھی مذکور ہے، یعنی یا رسول اللہ آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرر ثمین شرح حصین حصین میں فرماتے ہیں

”وَفِي نَسْخَةٍ بِصَيْغَةِ الْفَاعِلِ اِي لَتَقْضَىٰ الْحَاجَةُ لِي وَالْمَعْنَى تَكُونُ سَبَبًا لِحَصُولِ حَاجَتِي وَوَسْطًا مَرَدِي فَلَا سَنَدَ حِجَازِي، اس دعا میں حیات و وفات قُرب و بُعْد یا غیب و حضور کا امتیاز نہیں کیونکہ فشاء تعلیم یہ نہ تھا کہ نماز پڑھ کر دعا کا ایک حصہ تو خدا کے عز و جل کے حضور میں عرض کرنا اور دوسرا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُوبرُو کرے اور دُعائیں اخفا سُتت ہے پھر اس صورت میں غیب و حضور کا فرق بھی اٹھ جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک اور شخص کو بھی تعلیم فرمائی، مجمع کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے سلسلہ میں حاضر ہوا، لیکن آپ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا۔

اَبِيتِ الْمُبَضَّاةَ فَتَوَضَّاءُ ثُمَّ اَتَيْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْ فِيهِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَالتَّوْحِيْدَ اِلَيْكَ نَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّد اِنِّیْ اَتُوجِّهُ بِكَ اِلَی رَبِّیْ فَيَقْضِیْ حَاجَتِی وَتُرَدِّدْ لِّی حَاجَتَكَ وَرِیْحٌ اِلَیَّ حَتّٰی اُرْوَحَ مَعَكَ یعنی وضو کی جگہ پر جا کر دو رکعت نماز ادا کرو، پھر یوں دعا کرو کہ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میری طرف اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، یا رسول اللہ

میں حضور کی وساطت سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روائی فرمائیے اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر پاس آؤ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں، مرد حاجت مند نے ایسا ہی کیا، پھر امیر المومنین کے دروازے پر پہنچا، دربان آیا، اور ہاتھ پکڑ کر جناب امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور اس کی حاجت روائی فرمائی، الخ اب یہ شخص امیر المومنین سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آیا، اور کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے، امیر المومنین میری بات کی طرف غور نہیں فرماتے تھے آپ نے میری سفارش کی تو آپ نے التفات فرمایا، حضرت عثمان بن حنیف نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں نے تو تمہارے بارے امیر المومنین سے کچھ بھی نہیں کہا، مگر یہ ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، کہ آپ کی خدمت اقدس میں ایک نابینا آیا، اور اپنی نابینائی کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مقام وضو پر جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر اور یہ پڑھ۔ حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم کہ ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ اندھا بینا ہو کر آیا، گویا اس کو کوئی عارضہ لاحق ہی نہ تھا، امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسناد نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مسئلہ استمداد میں ایک حدیث گزر چکی ہے، مقام کی مناسبت کے لحاظ سے ہم اُسے یہاں بھی نقل کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، وَاِذَا صَلَّیْ أَحَدُكُمْ شَيْئًا وَاَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ يَازُنُ كَيْسًا دِهًا اَنْ يَّسَلَّ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْتُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْتُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْتُوْنِیْ فَاَنْ لَمْ تَعْبَادُوا لَآ یُرَ اَهُلُّهُ یعنی جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ مدد چاہے مگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمد نہیں تو اسے کہنا چاہیے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جن کو یہ نہیں دیکھتا، وہ اس کی مدد کریں گے۔

عالمگیری کتاب الحج و آداب زیارت روضۃ اطہر پر حاضری کی وقت دعا قبر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں ہے ثُمَّ لَقِیْتُ السَّلَامَ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی زائر آپ

سے مخاطب ہو کر کہے کہ اے نبی اللہ آپ پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر اُدھر سے فارغ ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں خطاب کرے،
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْغَايَةِ
(سلام ہو آپ پر اے رسول خدا کے جانشین، سلام ہو آپ پر اے غارِ ثور میں رسول اللہ کے ساتھی۔)

پھر کہے السلام عليك يا امير المؤمنين، السلام عليك يا مظهر الاسلام.
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَكْسُرَ اصْنَافٍ يَعْنِي سَلَامٌ هُوَ آتٍ بِرَأْسِ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَحَضْرَتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سلام ہو آپ پر اے اسلام کے ظاہر کرنے والے سلام ہو آپ پر اے بنو ہاشم کے نور نے والے۔)

حضرت امام اعظم کی التجا

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ، جِئْتُكَ قَاصِدًا
أَرْجُو أَرْضَاكَ وَاحْتَجِي بِجَمَاكَ
یعنی اے سرداروں کے سردار میں دلی ارادت سے آپ کے حضور میں آیا، اور آپ کی رضا کا منتوقع ہوں اور اپنے آپ کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔
قصیدہ بُردہ شریف میں ہے۔

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنِ الْوَذِيه
سَوَالِكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْجَمِّ

حضرت امام زین العابدین کی فریاد

يَا مَلِكَ الْعَالَمِينَ اِدْرَاكَ الْبَازِي
مَجْبُوسٌ أَبْدَى الظَّالِمِينَ فِي مَوْكِ الْمَذْمُومِ
(اے حاکمِ عالمین زین العابدین کی امداد کو پہنچو، کیونکہ وہ دشمنوں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے)
سافظ عبد الحکیم صاحب قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف وسائل البرکات میں ارقام فرماتے ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ مَنَى وَالصَّلَاةُ يَا رَسُولَ
لَيْسَ لِي حَسَنُ الْعَمَلِ كَيْفَ النِّجَاةِ رَسُولُ
مَا أَقْوَالُ كَيْفَ حَالِي حَيْثُ لَا يَخْفَى عَلَيْكَ
أَنْتَ تَعْلَمُ مَا مَضَى وَمَا سَيَانِي يَا رَسُولَ
أَنْتَ مَوْجِ أَوَّلِ الْأَمْوَاجِ فِي بَحْرِ الْقَدَمِ
لَيْسَ مُمْكِنٌ كَأَسْنَانَتِ يَا رَسُولَ
أَنْتَ خَيْرُ الْخَلْقِ خَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ خَيْرَ الرُّسُلِ
مَصْدَرُ الْخَيْرَاتِ مَجْمُودُ الصِّفَاتِ يَا رَسُولَ
أَنْتَ جَزَاؤُكَ رَجَاءُ نَحْنُ قَوْمُ السَّائِدِينَ
مَنْ نَصَابُ الْفَضْلِ شَيْئًا فِي الذِّكْرِ يَا رَسُولَ
أَنْتَ فِي هَجْرِكَ عَذَابًا فِي عَذَابِ الْإِيطَاقِ
أَنْتَ كَنْزٌ مُخْفِيٌّ فِي كَنْتِ كَنْزٍ مُخْفِيٍّ
أَنْتَ فِي وَصْلِكَ حَيَاتًا فِي حَيَاةِ رَسُولِ
أَخْتِفَارِ النَّحْلِ فِي عَيْنِ النِّوَاتِ يَا رَسُولَ
سَلَامُ اللَّهِ عَلَى رُوحِكَ وَصَلَّى دَائِمًا
كُلِّ سَاعَاتِ النَّهَارِ وَاللَّيْلِ يَا رَسُولَ
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر میری طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو، میرے پاس نجات کی کیا صورت ہے جبکہ میرے پاس کوئی نیک عمل نہیں، میں کیا عرض کروں کہ میرا حال کیسا ہے جبکہ آپ پر مخفی نہیں، آپ ماضی و مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہیں آپ بحرِ قدم کی موجوں میں سے پہلی موج ہیں۔ آپ کی نظیر کائنات میں ممکن نہیں۔ آپ جملہ مخلوقات، انبیاء اور رسل سے افضل ہیں۔ آپ مصدرِ خیرات ہیں اور صفاتِ محمود سے متصف ہیں۔ آپ جو آدمی اکریم ہیں اور ہم سب سائل ہیں اپنے متاعِ فضل و کرم سے ہمیں بھی کچھ عنایت کریں آپ کے ہجر و فراق کے صدمات ناقابلِ برداشت ہیں اور آپ کے وصل میں حیات در حیات ہے آپ کنتِ کنزاً مخفیاً میں سے ایک خزانہ ہیں جس طرح کہ کھجور کا درخت اپنی گھٹلی میں پوشیدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی روح اقدس پر ہر وقت صلوٰۃ و سلام بھیجے اور دن رات کی تمام ساعات میں اپنی خاص برکات نازل کرے۔

گذشتہ احادیث اور اکابر امت کے مندرجہ بالا اشعار سے
بعد از وفات امداد
نہا بعد المات بھی ثابت ہو گئی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی اولیاء و شہداء سے زیادہ اکمل ہے اس لئے وہ دوستوں کی امداد اور دشمنوں کی ملامت پر بہ حکم الہی قدرت رکھتے ہیں اور بعد وفات وہ امداد پر اس سے بھی زیادہ قادر ہیں جیسا کہ وہ ظاہر زندگی کی حالت میں تھے۔ زندگی بعد الوفات سے وہ زندگی عبارت ہے جس کے باعث عالم ممکنات میں

آدمی کی قوت متصرفہ بدرجہا زیادہ ہو جاتی ہے۔ صرف ارواح کا زندہ رہنا مراد نہیں کیونکہ یہ رتبہ تو کفار کو بھی حاصل ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ النار یعرضون علیہا غدواً وعشیاً و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا فی فرعون اشد العذاب۔ راگ ہے جو دکھائی باقی ہے فرعون کی قوم کو صبح و شام کے وقت ہمیشہ، اور جب قیامت قائم ہوگی تو فرشتے کہیں گے، کہ ان کو خدا تعالیٰ کے حکم سے کہ اندر جاؤ فرعون کے لوگو بہت بڑے عذاب میں یعنی اب تک تو تمھوڑا عذاب تھا تم پر کہ دیکھتے تھے آگ کو اب بڑا عذاب ہے کہ آگ کے اندر جاؤ گے اور ہمیشہ اس میں رہو گے (موضع القرآن)

یہاں آل فرعون کی ارواح کا زندہ ہونا اور آگ کا مشاہدہ کرنا صاف ثابت ہے اور مومنین کا ملین کے متعلق صاف ارشاد ہے بَلْ اَحْیَاۤءُ عِندَ رَبِّہُمْ وَاٰیٰتُہُمْ تَنۡشَظُّرُن۔ ان دلائل کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو محض حادثات کی طرح بے حس و حرکت اور بے مصرف سمجھنا نادانی ہے، نیز جن، شیطان، بھوت اور پری وغیرہ کو انبیاء و اولیاء کی سلاک میں پرونا سخت بے ایمانی ہے، ان سے پرہیز واجب اور بزرگان حق کی تعظیم و توقیر لازم ہے

(۱) وَمَنْ اَعَدَّ مِمَّنْ یَذَّعُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ لَّدُنَّ

یَسْتَحِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَہُمْ عَنْ دُعَاۡیِہُمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حِشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَہُمْ اَعْدَاۡءٌ وَاٰیٰتُہُمْ کُفِّرُوْنَ، (اور کون ہے گمراہ زیادہ اس سے جو پوجے سوائے خدا کے تعالیٰ کے اس چیز کو جو قبول نہ کرے، ان کے پوجنے کو قیامت تک، یعنی اگر قیامت تک ان کی پوجا کریں، تو وہ ہرگز جواب نہ دیں، اور بت ان کے پوجنے سے بے خبر ہیں اور نہیں سنتے ان کے پکارنے کو ہرگز، اور جس وقت قبروں سے اٹھ کر اکٹھے ہوں گے سب لوگ قیامت کے دن، بت ان کے دشمن ہوں گے، اور ان کے پوجنے کے مُنکر ہوں گے کیونکہ بت کہ تم نہیں پوجتے تھے، بلکہ تم نے اپنے جی کی خوشی کی تھی۔ (موضع القرآن)

آیت مذکورہ میں لفظ یَذَّعُوْا یعنی عبادت استعمال ہوا ہے جس کا فاعل کفار اور مشرکین ہیں جن آیات کے مصداق کفار اور بت ہیں، ان کے انبیاء کرام اور اولیاء کرام پر چسپاں کرنا

گمراہی کی دلیل ہے اور ایسی غلط فہمی پھیلانا فسادِ دینیت کا ثبوت ہے جب کفار اور بتوں کا ذکر نہ کیا جائے، تو عوام یہی سمجھیں گے کہ انبیاء و اولیاء کو پکارنا بھی شرک ہے، اس آیت کے فقرہ آخر کَانُوْا اٰٰبَادًا تَدْعُوْنَ کا ذہنی پر غور کرو کیا یہ منکرین کے مقصد کے خلاف شہادت نہیں یعنی وہ ریت، کفار کی عبادت کا انکار کریں گے کہاں بتوں کے پجاری، ملائکہ کے پرستار، حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہنے والے مشرک اور کہاں فرط محبت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے والے مومن کا بل اگر خدا تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے، تو ان باتوں میں امتیاز کرنا چاہیے ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر کسی نبی یا ولی کو پکارا جائے اور پکارنے سے

ہمارا عقیدہ غرض عبادت ہو تو یہ شرک ہے، مگر ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ کوئی مسلمان انہیں بغرض عبادت نہیں پکارتا، نہ ایسے شرک کا۔ از کتاب کتابیہ (۲) قال هل یسمعونکم اذ تدعون او ینفعونکم او یضررون، کما حضرت ابراہیمؑ نے کیا وہ بت، سنتے ہیں تمہارا بلانا جب تم انہیں پکارتے ہو، یا تمہیں کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں، جو تم پوجتے ہو انہیں، یعنی کچھ بخشش یا انعام کرتے ہیں تم پر یا کسی طرح سے نقصان کرتے ہیں تمہارا اگر تم ان کا پوجنا چھوڑ دو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ باتیں پوچھیں تو حیران ہوئے (موضع القرآن)

یہاں بھی کفار اور بتوں کا وہی قصہ ہے جس کے متعلق اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔

(۳) اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَلُکُمْ فَدَعُوْا لَہُمْ فَلِیَسْتَحِیْبُ الْکُفَرٰنُ کَمَنۡتُمْ عَلٰی قُلُوْبِہِ۔ تحقیق جن بتوں کو کہ بندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ کے بندے ہیں تا بعد از ما نہ تمہاری، پس دعا مانگو تم ان سے پس چاہیے کہ قبول کریں وہ دعا تمہاری کو اگر تم تم سے بولنے والے کہ وہ خدا ہیں، اور چاہیے کہ خدا بندے کی دعا قبول کرے، یہاں تَدْعُوْنَ یہ صحیح معنی عبادت مستعمل ہوا ہے، اور عبادت کے ہم بھی مقرر نہیں۔

(۴) وَالَّذِیۡنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَعۡرُکُمْ وَاِنَّہُمۡ لَفِیۡ سَہَمٍ یَّصِرُوْنَ۔ (اور جن بتوں کو کہ بندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ کے نہیں طاقت رکھتے ہیں تمہاری یاری کرنے کی، اور نہ ذاتوں اپنی کی یاری کرتے ہیں، وہ جب کوئی تورے یا انہیں پامال کرے۔

(۵) وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا
رَمَيْتَ الظَّالِمِينَ - (اور نہ پکار سوائے اللہ تعالیٰ کے اس شئی کو جس کا پکارنا تجھے نفع نہ دے
اور نہ کچھ ضرر دے، جو اس کو تو نہ پکارے، سو اگر تو نے ایسا کیا یعنی اس چیز کو جو نفع نہ دے
پکارا تو اس وقت ظالموں سے ہوگا، اس لئے کہ اس کو پکارنا جس کو نہ پکارنا چاہیے۔
آیت نمبر ۵-۴ سے غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ یہ غیر خدا
کی عبادت ہے، نبی کو نبی، ولی کو ولی سمجھ کر پکارنا درحالیکہ انہیں خدا تعالیٰ کی صفات سے
متصف بالذات نہ تسلیم کیا جائے، کسی طرح ممنوع نہیں، اگر خدا کے سوا پکارا جائے
جیکہ پکار سے غرض عبادت نہ ہو، تو کوئی نقص نہیں ورنہ زندوں اور نزدیک کے آدمیوں
کو پکارنا بھی شرک ہوگا، اور اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن، دوست، آشنا وغیرہ کو
پکارنے میں بھی شرک کا امکان ہوگا۔

(۶) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ جُمِعُوا لَهُ، وَإِنْ
يَسْلُبْهُمْ الذُّنُوبَ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهَا مِنْهُ ضَعُفَ الطَّلَبِ وَالْمَطْلُوبِ -
دیشک وہ لوگ جو پکارتے ہیں اور یاد کرتے ہیں، یعنی پوجتے ہیں، سوائے خدا کے تعالیٰ
کے بتوں کو، وہ بت بنا نہیں سکتے، اور پیدا کر نہیں سکتے، ایک مکھی کو بھی اگرچہ اس کام کے لئے
سب بت اکٹھے ہوں تب بھی نہ کر سکیں، اور اگر مکھی بتوں سے کچھ لے جائے تو بت مکھی سے
نہ لے سکیں سکتے ہیں، کافر، شہدار اور سرکہ بتوں کو لگا کر مکانوں کو خالی چھوڑ کر سب چلے
جاتے ہیں، مکھیاں اسے کھاتیں، تو کہتے کہ ہمارے خداؤں نے کھایا، اور خوش ہوتے
خدا تعالیٰ اس امر کے بارے میں فرماتا ہے کہ بتوں کو اتنی قدرت حاصل نہیں کہ وہ مکھیوں
کو دور کر سکیں۔ (موضح القرآن)

خود کرنے کا مقام ہے کہ بتوں کی اس بے بسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عاید کیا
جاسکتا ہے کہ بتوں کی پرستش اور کہاں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا جس سے
غرض عبادت نہیں،

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بجای

(۷) أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ إِنَّ الَّذِينَ هُمْ
لِلْكَافِرِينَ - (کیا سمجھتے ہیں کافر جو پکڑیں گے قیامت کے دن میرے بندوں کو سوائے میرے دوست
اپنا، یعنی یہ کافر جو مجھے چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیٰ علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں، اس
واسطے کہ سمجھتے ہیں کہ قیامت میں وہ عذاب خدا سے چھڑا لیں گے، یہ غلط سمجھتے ہیں، وہ برگز
چھڑا نہیں سکیں گے بے شک، ہم نے تیار کیا ہے، دوزخ کافروں کے واسطے پہلے سے مہمانی۔

(۸) وَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمِنْ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا اور سب مسجدیں خدا تعالیٰ کی ہیں،
پھر مت پکارو یعنی مت یاد کرو ساتھ خدا تعالیٰ کے کسی ایک کو بھی یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو
نہ کرو، جیسے یہودی عزیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور
یہاں باپ کے مال ملک کا وارث اور شریک ہوتا ہے (موضح القرآن)

منکرین نے یہ آیات بطور حجت فی غیر محل استعمال کی ہیں مسلمان جب کسی نبی یا ولی کو پکارتے ہیں
نہ ان کی اس طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح کفار بتوں کی، نہ انہیں یہود و نصاریٰ کی طرح خدا
کا بیٹا سمجھتے ہیں، بلکہ وہ انہیں خدا کے مکرم بندے سمجھتے ہیں، اگر ان سے طلب امداد کرتے ہیں تو
محض اس خیال سے کہ مدد کرنے کی طاقت خدا تعالیٰ نے ہی انہیں دی ہوئی ہے اور اصل توفیق
دینے والا وہی ہے جس طرح خدا تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے مختلف خواص بنا گئے ہیں، اسی
طرح بزرگان دین کا خاصہ ہے کہ وہ بحکم الہی اپنے معتقدین کی جائز امداد کریں، ان کے بارے میں
اگر کسی کا اعتقاد تجاوز کی حدود طے کرے کہ افراتفریط کی طرف مائل ہو جائے تو بزرگان دین
اس سے بالکل بری ہیں۔

(۹) فَادْعُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور کرکٹوں
پر یاد کیا کرو، اس سے ذکر غیر اللہ شرک ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت سے غیر اللہ کا ذکر شرک سمجھنا منکرین کی سمجھ نہوری ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام کا ذکر بالواسطہ خدا کا ہی ذکر ہے، قرآن مجید میں ہے مَنْ يَطْعَمْكَ اللَّهُ فَطَعَّمَكَ اللَّهُ
اللَّهُ، کلمہ طیبہ، نماز، حج، اذان، خطبہ و دیگر عبادات آپ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہیں، ارشاد
باری تعالیٰ ہے، إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

اور حدیث اعلیٰ میں لفظ ندا یا محمد ثابت ہو چکا ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور دوسری حدیث میں بھی یعنی اے خدا تعالیٰ کے بند و میری مدد کرو۔ ندا ثابت ہو گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں پھسلنا تو انہوں نے فرمایا: یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس وقت بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نظر انیت کی طرف بلایا تو انہوں نے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا، روایت کیا اس کو ابن جوزی نے ہمارے دوستوں سے اور حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت کی وفات کے بعد کہا یا عمارہ یا عمارہ، روایت کیا اس کو ہرم بن حیان نے، اور سید (نواب حسن صدیقی بھوپالی) نے (رسالہ نفخ الطیب) میں کہا، اگر اگلے قبلہ دین اور کعبہ ایمان مدد کیجے، اے ابن قیمؒ اور قاضی شوکانیؒ مدد کیجیے۔

آگے لکھتا ہے مجرد النداء لا تحکم بشر کہہ کیف وقد نادى رسول الله صلى الله عليه وسلم قتلى بدر يا فلان بن فلان يا فلان بن فلان وورد في حديث عثمان بن حنيف يا محمد اني اوجه بك الى سبتي ربيع البيهقي والجزري وقال الترمذي حديث حسن صحيح واني رواية يا رسول الله اني اوجبت بك الى سبتي وورد في الحديث يا عباد الله اعينوني، پس مجرندا یعنی پکارنے سے ہم شرک کا حکم نہیں کرتے اور یہ سب بھی کیونکہ سکتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقتولین بدر فلان ابن فلان (ان کے نام لے لے کر) کہہ کر پکارا اور عثمان بن حنیف کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اس کو بیہقی اور جزری نے صحیح کہا، اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح کہا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے رسول۔ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ اے خدا تعالیٰ کے بند و میری مدد کرو۔

اور صفحہ ۲۵ میں لکھتا ہے۔ اما لوط بن سماع البیہقی وسماع علی اوسماع احد من الاولیاء وسماع من سماع عامة الناس بحیث یشمل سائر اقطار الاقلم اور سائر اقطار الارض فهذا لا یكون شرکا لله تعالى قد اعطى بعض الملئكة بل بعض

الحيوانات سمعا وبصرا قوى واوسع من سمع العامة ولبصرهم روى الديلمي في مسند الفردوس وابو يعلى مرفوعا فان الله وكل ملكا عند قبري فاذا صل على رجل من امتي قال الملك يا محمد ان فلان ابن فلان صلى الله عليك الساعة، اور اگر کسی نے ظن کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی ولی کی قوت سماعت عوام کی قوت سماعت سے زیادہ اور وسیع ہے بحیثیت کہ وہ تمام اطراف ولایت کو شامل ہے تو یہ ترک نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض فرشتوں بلکہ بعض حیوانات کو سمع و بصر کی طاقت عوام کی بہ نسبت قوی اور وسیع تر عطا کی ہے۔ دیلمی نے مسند فردوس میں ابویعلیٰ سے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے میرے رومنے کے پاس ایک فرشتہ موکل کیا ہے جب میری امت میں سے کوئی شخص کسی وقت مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ کو بتاتا ہے کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلان ابن فلان نے اس وقت آپ پر درود پڑھا، باقی احادیث سماع موتی کے باب میں بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کلمہ شیعہ اللہ کے متعلق متکبرین فقہار سے اس کا شرک ہونا پیش کرتے ہیں مگر فقہاء اس کلمہ کے قائل کے کفر میں اختلاف رکھتے ہیں اور عدم کفر کو ترجیح دیتے ہیں پس قول عدم کفر راجع اور قول کفریت شیعہ اللہ مروج ہے اور اس قول کے مروج ہونے کی وجہ یہ دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو حضرت شیخ کا محتاج سمجھتے ہوئے شیخ سے کوئی چیز خدا کے لئے طلب کرے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسا لغو عقیدہ کسی اجمل مشرک کا ہو تو ہو مگر کسی سچھدار مسلمان کا نہیں ہو سکتا پس فقہار نے ابیہ عقیدے کو کفر لکھا ہے، نہ کہ اس عقیدہ کو جو صوفیائے کرام کا ہے صاحب قلوبی خیر یہ فرماتے ہیں۔ وهذا لا یختلج فی خاطر احد یعنی حضرت شیخ کے متعلق ایسا خیال کسی کے دل میں نہیں گزرتا کہ حق تعالیٰ ان کا محتاج ہے، اور تمام فقہاء پر قول راجع کا اتباع لازم ہے جیسا کہ دوسرے مختار میں ہے، واما نحن فعلا ما رجع ولا وما صححوہ کہ افتوا فی حیوۃ ہم الخ پس ہم پر اس چیز کی تابعداری لازم ہے جس کو انہوں نے ترجیح دی اور صحیح فرمایا، جیسا کہ علیؑ نے سابقین نے اپنی زندگی میں فتویٰ دیا تھا اور ردالمحتار یعنی شامی میں اس قول کے نیچے فرماتے ہیں، لا نستعنا في لغتهم يعني هم ان کے مخالفین کی گنہگار نہیں، اور مختار

نسبت مجددی سے معمور ہے، اس میں کسی دوسری نسبت کی گنجائش نہیں شیخ المشائخ جناب
شہاب الدین سہروردی ربانی طریقہ سہروردیہ اپنی کتاب عوارف المعارف میں لکھتے ہیں
كان الصالحون يسألون الناس عند الفاتحة ونقل عن ابی سعید الخزاز انه یسأل
عند الفاتحة ویقول شیئاً لله یعنی نیک آدمی بھوک کے وقت لوگوں سے سوال کرتے تھے
اور ابی سعید خزاز سے منقول ہے کہ بھوک کے وقت لوگ ہاتھ دراز کرتے تھے اور شیئاً
لله کہتے تھے۔

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے حضرت شیخ ابوالحسن
قطب شاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا اور آپ کے اچھے لباس پر اظہار تعجب کیا
حضرت موصوف نے فرمایا یا ہذا ہیئاً فی تقول الحمد لله وھیئتک ہذا تقول
شیئاً لله یعنی میری صورت الحمد لله کہتی ہے اور تیری صورت شیئاً لله کہتی ہے۔

تَمَّتْ بِإِلَهِ الْخَيْرِ

تفسیر نبوی

مولفہ

فاضل اجل عارف کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بے مثال تفسیر

اعتقادی اور نظریاتی نشوونما کا مرقع

ایک سو دس تفاسیر کا پنچوڑ

عقائد باطلہ کا مسکت رد

شرعیات و طریقت کے اسرار و رموز کا جامع ذخیرہ


صوفیانہ اشارات و تنقیحات کا چہرہ

آپ اس تفسیر کو خود پڑھیں۔

احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

اپنے کتب خانہ کی زینت بنائیں۔

یہ تفسیر آپ کو بہت سی تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی

مکتبہ نبویہ  گنج بخش روڈ لاہور